علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ
ماہ نامہ
ذوق شوق
کراچی
ذوالقعدۃ / ذوالحجہ
مئی 2025

خوش خبری
ماہ نامہ "ذوق وشوق" جون 2025 میں عیدالاضحیٰ کی خوشی
کے ساتھ ساتھ آپ کے لیے لا رہا ہے......
ایک اور بڑی خوشی......
ماہ نامہ "ذوق وشوق" کا
"سالنامہ"
جس میں آپ کو ملیں گی......
دل چسپ کہانیاں
دل افروز واقعات
دل پذیر لطیفے
دل کش کھیل
دل نشین نظمیں
تو پھر ہو جائیے تیار، اُٹھائیے قلم اور لکھ بھیجیے......
ایک چٹخارے دار سی تحریر!
یہ خاص موقع ہاتھ سے جانے نہ دیجیے اور ابھی سے اپنی کاپی بک کروائیں!
(ادارہ)
zouqshouq@hotmail.com
zouqshouq / ذوق شوق
ادارے کا واٹس ایپ اور رابطہ نمبر: 0300-2229899
نگران ترسیل صاحب کا واٹس ایپ اور رابطہ نمبر: 0309-2228120

عبداللہ بن مسعود

(مفہوم آیت، از سورۂ شوریٰ: 37)

''اور جب انھیں غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔''

عزیز ساتھیو! اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو آخرت کی نعمتیں اور جنت کے انعامات عطا فرمائیں گے؟ اس آیت مبارکہ میں ان لوگوں کی ایک صفت بتائی گئی ہے کہ ایسے انعام یافتہ افراد کو جب غصہ آتا ہے تو وہ بدلہ نہیں لیتے، بل کہ معاف کر دیتے ہیں۔

جب کبھی ہماری مرضی کے خلاف کوئی کام ہوتا ہے تو ہمیں غصہ آجاتا ہے، پھر غصے میں بسا اوقات ہماری زبان سے غلط بات نکل جاتی ہے، کبھی ہم اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں، کوئی چیز توڑ دیتے ہیں، ضد میں آکر کسی سے بات چیت بند کر دیتے ہیں، کرنے کا کوئی کام ہوتا ہے، لیکن ''انا'' رکاوٹ بن جاتی ہے۔ بعد میں جب غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو اِحساس ہوتا ہے کہ یہ کیا ہو گیا؟ میں تو اپنا ہی نقصان کر بیٹھا؟ غصے میں اپنے ہی دوست کو بُرا بھلا کہہ کر اِتنے اچھے دوست کو ناراض کر بیٹھا۔

معلوم ہوا کہ غصے میں انسان اپنا ہی نقصان کر لیتا ہے، لہٰذا یہ عادت بنائیں کہ غصہ آئے تو ہم بدلہ نہیں لیں گے، معاف کر دیں گے، جواب نہیں دیں گے، خاموشی اختیار کریں گے، فوراً اُس جگہ سے ہٹ جائیں گے، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم پڑھنا شروع کر دیں گے۔ ان شاءاللہ! ہم غصے کے نقصانات سے بھی محفوظ ہو جائیں گے اور جنت میں جانے والوں کی ایک خوبی بھی ہمارے اندر پیدا ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اِس صفت کو اپنے اندر پیدا کرنا آسان فرمائے۔ آمین!

صلی اللہ علیہ وسلم
پیغامِ نبوی

ارشد علی نواب شاہی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ محنت کش مسلمان کو پسند کرتا ہے۔''

(مجمع الزوائد للهيثمى، ٦٢٣١)

عزیز ساتھیو! اللہ تعالیٰ نے دنیا کا ایسا انتظام بنایا ہے کہ اس میں مختلف لوگ مختلف کام کرتے ہیں۔ کوئی لکھت پڑھت کا کام کرتا ہے، کوئی پڑھاتا ہے، کوئی لکڑی کا کام کرتا ہے، کوئی سڑکیں بناتا ہے، کوئی کاشت کاری کرتا ہے، کوئی ملازمت کرتا ہے، کسی میں جسم کی محنت ہوتی ہے تو کسی میں دماغی محنت ہوتی ہے۔ یہ سب کام مزدوری میں ہی آتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس کئی سال کام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے پاکیزہ عمل یہ ہے کہ آدمی خود اپنے ہاتھوں سے کمائے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے بکریاں چرائی ہیں۔

(صحيح البخارى، كتاب الاجارة، باب رعى المغنم، الرقم: ٢٢٦٢)

یعنی محنت مزدوری کرنا، یہ مبارک کام ہے۔

لہٰذا جو شخص جو کام کرے، وہ پوری دیانت داری سے کرے، خواہ اپنا کاروبار کرے یا دوسرے کے ہاں ملازمت کرے۔ اگر ہم کسی سے کام کروائیں تو وقت پر اُس کی اجرت اور معاوضہ دے دیں۔ معاوضہ وقت پر اَدا نہ کرنا یا ٹال مٹول کرنا بہت ظلم کی بات ہے۔

ایک بات یہ کہ جائز اور حلال کام کرنے میں شرمانا بھی نہیں چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے رزق میں برکت کی دعا بھی کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

علم کا ذوق، عمل کا شوق بڑھانے والا بچوں کا رسالہ

ماہنامہ

ذوق و شوق

کراچی

زیرِ سرپرستی:

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

جلد: 20	ذوالقعدۃ / ذوالحجہ ۱۴۴۶ ہجری

شمارہ: 05

■ ناشر ~~~ محمد عارف رشید

مجلسِ ادارت

■ مدیر اعزازی ~~~ عبدالعزیز
■ معاون ~~~ محمد طلحہ شاہین
■ معاون ~~~ زبیر عبدالرشید

■ ڈیزائنر ~~~ اسد اشفاق
■ کمپوزر ~~~ سعد علی
■ نگران ترسیل ~~~ انس احمد

اس رسالے کی تمام آمدنی تعلیم و تبلیغ اور اصلاحِ امت کے لیے وقف ہے۔

قیمت عام شمارہ 180 روپے

سالانہ خریداری بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک 2500/=

بذریعہ عام ڈاک 2250/=

ماہنامہ ذوق و شوق میں اشتہار شائع کرنے کا مطلب تصدیق ہے نہ سفارش۔ یہ صرف عوام کو مطلع کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ مصنوعات کے بارے میں قارئین خود تحقیق فرمالیں۔

خط و کتابت کا پتا

ماہنامہ ذوق و شوق، پی۔ او۔ بکس: 17984
گلشن اقبال، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: 75300
zouqshouq@hotmail.com
ذوق شوق/ zouqshouq

اشتہارات اور سالانہ خریداری کے لیے رابطہ کریں

0300-2229899 - 0309-2228120

دفتری اوقات: صبح 8:00 تا 1:00 دوپہر 2:30 تا 6:00

0319-1181693 Jazz Cash

(نوٹ: جاز کیش / ایزی پیسہ اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0309-2228120) پر واٹس ایپ کردیں۔)

جھلکیاں

پبلشر محمد عارف رشید نے بچوں کی تعلیمی و تربیتی ترقی و اصلاح کی خاطر ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔

سالانہ خریداری بذریعہ میزان بینک اکاؤنٹ:

اکاؤنٹ ٹائٹل: Bait ul ilm Charitable Trust (Zouq-o-Shouq)
اکاؤنٹ نمبر: 0179-0103431456، سولجر بازار برانچ، کراچی
(نوٹ: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کردیں۔)

علیک سلیک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔

عزیز دوستو! ابھی ہم رمضان المبارک کی عبادات سے فارغ ہوئے ہیں۔ آپ نے دیکھا، ساری دنیا کے مسلمان روزے رکھتے اور تراویح پڑھتے نظر آتے تھے۔ عبادت کا ایک زبردست اجتماعی ماحول بنا ہوا تھا۔ اب ایک اور خاص عبادت کا موسم آنے والا ہے۔ آپ کو معلوم ہے، وہ کس عبادت کا موسم ہے؟ آیئے، ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ یہ ہے حج کا موسم! اللہ تعالیٰ کے ساتھ عشق و محبت کے اظہار کا موسم!

حج کیا ہے؟ حج ایک عبادت ہے، جو ہمیں حضرت ابراہیم، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی یاد دِلاتی ہے۔ حج کی عبادت یہ سمجھاتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر اللہ تعالیٰ کی باتوں کو مانتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو ضائع نہیں ہونے دیتے، اللہ تعالیٰ اسے اور اُس کے کاموں کو زندہ رکھتے ہیں۔

عزیز ساتھیو! حج سن 9 ہجری میں فرض ہوا۔ پہلی مرتبہ ہمارے نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امیرِ حج بنا کر حج کے لیے روانہ فرمایا اور آئندہ سال آپ ﷺ بنفس نفیس خود بھی تشریف لے گئے۔ وہاں ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جو حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے۔ حج کی عبادت پانچ دن کی ہوتی ہے۔ ماہِ ذی الحج کی 8، 9، 10، 11، 12 تاریخیں حج کے دن ہیں۔ اِن میں مِنیٰ میں رکنا ہوتا ہے، عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنا اور عبادت کرنا ہوتا ہے، شیطان کو کنکریاں مارنے، قربانی کرنے اور سر کے بال منڈوانے یا کٹوانے کی عبادات انجام دی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے گھر، بیت اللہ کے طواف کیے جاتے ہیں۔

یہ حج بڑی مزے دار، زبردست اور محبوبانہ عبادت ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان ایک ہی لباس میں ایک ہی جگہ اکٹھے ہوتے ہیں۔ زبانوں پر ایک ہی جملہ لَبَّیْكَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ (حاضر ہیں، اے اللہ! ہم حاضر ہیں) کا وِرد ہوتا ہے۔ اِس عبادت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاجی کو جنت کا انعام ملتا ہے۔

کیا آپ نے حج کیا ہے؟ ارے آپ تو سوچ میں پڑ گئے کہ ہم اور حج، بھئی! حج پر پیسوں سے نہیں جایا جاتا۔ یہ تو بلاوا ہوتا ہے رب کا اور اللہ تعالیٰ بلاتے ہیں تڑپ پر، کوشش اور جذبے پر، شوق اور چاہت پر۔ آپ دعا میں لگ جایئے اور ایک ڈبا بنا کر اُس پر حج یا عمرہ لکھ دیجیے۔ اِس ڈبے میں آپ روزانہ یا ہفتے میں تھوڑے تھوڑے پیسے ڈالتے رہیے، پھر دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کیسے اپنے گھر بلاتے ہیں۔ چلیے، اب آپ ان دونوں کاموں کی پابندی کیجیے، یعنی دعا اور اپنی سی کوشش۔ ہم رخصت ہوتے ہیں۔

والسلام

سیرت کہانی ۱۷

عبدالعزیز

بئرِ معونہ:

صفر ہی کے مہینے میں ایک دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ابو براء نامی ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تحفہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اس کا تحفہ قبول نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے ابو براء کو اِسلام کی دعوت دی۔ ابو براء نے نہ تو اِسلام قبول کیا اور نہ اس سے منع کیا، بل کہ اس نے یہ کہا کہ اگر آپ اپنے چند ساتھیوں کو نجد کے علاقے میں رہنے والوں کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے روانہ فرمائیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں گے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”مجھے نجد کے رہنے والوں سے خطرہ ہے۔“

ابو براء نے کہا:

”میں ضمانت لیتا ہوں۔“

رسول اللہ ﷺ نے ستّر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو قُرّاء کہلاتے تھے، اس کے ساتھ بھیج دیا۔ حضرت منذر بن عمرو ساعدی رضی اللہ عنہ کو اُن ستّر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امیر مقرر فرمایا۔

یہ وہ صحابہ کرام تھے جو دِن کو لکڑیاں چنتے، شام کو بیچ کر صفہ والوں کے لیے کھانا لاتے اور رات کا کچھ حصہ قرآن کریم کا دَرس دینے میں اور کچھ حصہ تہجد پڑھنے میں گزارتے تھے۔

آپ ﷺ نے عامر بن طفیل کے نام جو (بنی عامر کا سردار اور اُبو براء کا بھتیجا تھا) ایک خط لکھوا کر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا تھا۔ جب یہ لوگ بئر معونہ نامی جگہ پر پہنچے، جہاں بنی عامر کے قبیلے والے رہتے تھے تو اِن لوگوں نے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو بنی عامر کے سردار عامر بن طفیل کے پاس حضور ﷺ کا خط دے کر بھیجا۔ عامر بن طفیل نے خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا اشارہ کیا۔ اس نے پیچھے سے ایک نیزہ مارا جو اُن کے جسم کے پار ہوگیا۔

عامر بن طفیل نے اپنے قبیلے بنی عامر کو دِیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو شہید کرنے پر اُبھارا، لیکن عامر کے چچا ابو براء کے پناہ دینے کی وجہ سے بنی عامر نے یہ کام کرنے سے انکار کردیا۔

عامر بن طفیل نے بنی سلیم، عصیہ اور ذکوان نامی قبائل سے مدد چاہی، سب تیار ہوگئے اور مل کر بقیہ تمام قراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بغیر کسی قصور کے شہید کرڈالا۔ ان کے صرف تین ساتھی بچے، حضرت کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، جنھیں ان لوگوں نے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا اور دو وہ جو جانور چَرانے کے لیے جنگل کی طرف گئے ہوئے تھے۔ ایک حضرت منذر بن محمد، دوسرے حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہما۔ ان لوگوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو پرندے اڑتے نظر آئے، انھیں دیکھ کر یہ گھبرا گئے اور سمجھ گئے کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ جب لشکر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ تمام ساتھی شہید کردیے گئے ہیں۔

دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کریں؟ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے کہا:

''مدینے چلتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتے ہیں۔''

حضرت منذر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''انھیں خبر تو ہو ہی جائے گی، شہادت کو کیوں چھوڑیں۔''

بہرحال، دونوں آگے بڑھے، حضرت منذر رضی اللہ عنہ تو لڑ کر شہید ہو گئے، جب کہ حضرت عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اُن لوگوں نے گرفتار کر کے عامر بن طفیل کے سامنے پیش کر دیا۔ اس نے ان کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی، لہٰذا میں تمھیں اس منت کی وجہ سے آزاد کرتا ہوں۔

(زرقانی، ج:2،ص:77)

اللہ کی قسم! میں کام یاب ہو گیا:

انھی ستر قراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، جو شہادت کے بعد آسمانوں کی طرف اٹھا لیے گئے۔

عامر بن طفیل نے پوچھا:

''ان میں سے وہ کون تھا کہ جو قتل ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ آسمان اور زمین کے درمیان اٹھا لیا گیا، یہاں تک کہ آسمان نیچے رہ گیا؟''

لوگوں نے اسے بتایا کہ وہ عامر بن فہیرہ تھے۔

(طبری، ج:3،ص:35)

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو جبار بن سلمیٰ نے شہید کیا تھا، وہ خود کہتے ہیں:

''جب میں نے عامر بن فہیرہ کو نیزہ مارا تو اُنھوں نے کہا:

''اللہ کی قسم! میں کام یاب ہو گیا!''

''میں نے ایک دوسرے مسلمان شخص (حضرت) ضحاک بن سفیان (رضی اللہ عنہ) سے پوچھا:

''عامر بن فہیرہ نے کون سی کام یابی کو پالیا؟''

انھوں نے بتایا:

''جنت کو پالیا۔''

یہ سن کر میں مسلمان ہو گیا، میرے مسلمان ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی تھی کہ میں نے عامر بن فہیرہ کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے۔''

(خصائص کبریٰ، ج:1،ص:223)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعے کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِتنا صدمہ ہوا کہ ایسا صدمہ پوری عمر کبھی نہیں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اِس واقعے کی اطلاع دی کہ تمھارے ساتھی شہید ہو گئے اور یہ بھی بتایا کہ تمھارے ان ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی تھی کہ ہمارے بھائیوں کو یہ پیغام پہنچا دیں کہ ہم اپنے رب سے جا ملے ہیں، ہم اس رب سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے کے بعد ایک مہینے تک فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھی، جس میں ان لوگوں کے لیے بددُعا فرماتے رہے۔

اس قسط سے ہم نے کیا سیکھا؟

اس قسط میں بئرِ معونہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس سے ہمیں پندرہ سبق حاصل ہوئے۔

۱ مومن کو چوکنا ہونا چاہیے۔

۲ دین کا کام کرنے والوں کو دُنیا کے لوگوں اور حالات کی معلومات بھی رکھنی چاہییں۔

۳ جب بھی ہم سفر کریں تو کسی ایک کو اَمیر بنا لینا چاہیے۔

۴ مسلمان کو کافروں کے ایمان لانے کی اور مسلمانوں کے پورے دین پر آنے کی فکر ہونی چاہیے۔

۵ دین کا کام کرنے والوں کو بطورِ خاص نیک اعمال، مثلاً تلاوتِ کلامِ پاک اور تہجد کا پابند اور عادی ہونا چاہیے۔

۶ دین کا کام کام کرنے والوں کو دُنیاوی کام بالکل ترک نہیں کرنے چاہییں، بل کہ ایسا ہونا چاہیے کہ دوسروں کی بھی مالی مدد کر سکیں۔

۷ دین پر چلتے ہوئے دین ہی میں کام یابی ہے، اس بات کا یقین ہونا چاہیے۔

۸ دین کے لیے اپنی جان تک قربان کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

۹ بعض مرتبہ دین کا کام کرنے والوں کی موت بھی لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

۱۰ اولیائے کرام کی کرامات حق ہیں، یہ ہم سب کا عقیدہ ہونا چاہیے۔

۱۱ اپنے ساتھیوں، دوستوں کی موت یا شہادت پر دُکھ اور غم، فطری چیز ہے، لیکن اس کی وجہ سے حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے۔

۱۲ مسلمان بہادر ہوا کرتا ہے۔

۱۳ مسلمان شہادت کا شیدائی ہوتا ہے۔

۱۴ ہر کام مشورے سے کرنا چاہیے۔

۱۵ مسلمانوں پر ناحق ظلم کرنے والوں کے لیے بددُعا کی جاسکتی ہے۔

......(جاری ہے)......

نمبر شمار	نام	علاقہ	فون نمبر
1	مکتبہ حسنین	بالمقابل اسلامیہ کالج	0321-8566511
2	مکتبہ زید بن ثابت	گلشن اقبال بلاک 9	0309-2228086
3	مکتبہ بیت العلم	مین اردو بازار	0300-2063900
4	ناظم آباد دکان	البدر اسکول، ناظم آباد نمبر 4	0332-2320370
5	مکتبہ باب الاسلام	سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر بلاک 12	0343-2245483
6	کتب خانہ مظہری	اشرف المدارس، گلشن اقبال	0314-2248756
7	زوہیب اخبار اسٹال	مین حسن اسکوائر	0333-9224698
8	پرائم بک اسٹال	نارتھ ناظم آباد بلاک G	0310-4553089
9	طارق بک ٹاؤن	نارتھ ناظم آباد بلاک G	0321-36649425
10	مکتبہ حمادیہ	شاہ فیصل کالونی نمبر 2	0321-34571263
11	مکتبہ فاروقیہ	شاہ فیصل کالونی نمبر 4	0213-4571132
12	مکتبہ عمر فاروق	شاہ فیصل کالونی نمبر 4	0334-3432345
13	مکتبہ دار السلام	ڈیفنس فیز 2	0321-35892960
14	فضل ربی بک شاپ	دہلی کالونی	0330-2628100
15	عالم بک شاپ	دہلی کالونی	0310-2628091
16	تسلیم اخبار اسٹال	رنچھوڑ لائن	0308-2140193
17	مکتبہ اسلامیہ	بنوری ٹاؤن مسجد کے پاس	0333-2119714
18	ذوالفقار اخبار اسٹال	نیا گولی مار	0300-2379024
19	شریف اخبار اسٹال	دھوراجی	0313-2295337
20	اکیڈمی بک	طاہر ویلا	0334-3912769
21	ورائٹی بک شاپ	حادی مارکیٹ، ناظم آباد	0321-3833416
22	مرحبا بک شاپ	واٹر پمپ	0303-2803544
23	سعید بک شاپ	واٹر پمپ	0213-6311400
24	ابرار نیوز پیپرز	نیپا چورنگی	0346-3273748
25	سلطانی نیوز پیپرز	مین موسمیات	0332-2237351
26	شاہ نور نیوز ایجنسی	طارق روڈ	0314-2393945
27	فرحان نیوز ایجنسی	جوہر چورنگی	0334-3913755
28	خلیل عباس نیوز ایجنسی	گلشن اقبال بلاک 16	0329-3023340
29	سندھ کتاب گھر	سکھر	0312-2100740
30	قادری بک سینٹر	سکھر	0301-8311209
31	بخاری کتاب گھر	سکھر	0301-3407670
32	ادارۃ الحسن	سکھر	0343-1370204
33	مکتبہ بیت العلم، لاہور	اردو بازار، لاہور	0306-0142297
34	ادارہ اسلامیات	مال روڈ، لاہور	0324 5773263

ثاقب کو ہمیشہ سے کہانیاں لکھنے کا شوق تھا۔ اسکول کے دنوں میں جب اساتذہ بچوں سے تخلیقی تحریریں لکھوانے کے لیے موضوع دیتے تو اُس کی لکھی گئی تحریر ہمیشہ سب سے منفرد ہوتی۔ اس کے جملوں، الفاظ کا انتخاب اور کہانی کی روانی دوسروں سے بہت منفرد ہوتی۔ اساتذہ اس کی تحریریں پوری جماعت کو پڑھ کر سناتے اور خوب سراہتے۔ وقت گزرتا گیا، اسکول کی زندگی ختم ہوئی اور ثاقب نے عملی زندگی میں کہانی نویسی کو ہی پیشے کے طور پر اِختیار کرلیا۔ اب اس کی تحریریں ملک بھر کے بچوں کے مشہور رَسائل میں باقاعدگی سے شائع ہونے لگیں، اس کے چاہنے والوں کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا تھا۔

دفتر میں گرمیوں کی چھٹیاں ہوئیں تو ثاقب نے شمالی علاقہ جات کی سیر وتفریح کا پروگرام بنالیا۔ یہ سفر اُس کے لیے بہت خاص تھا، کیوں کہ فنون لطیفہ کی دنیا سے تعلق ہونے کی وجہ سے اسے قدرتی حسن میں ہمیشہ سے دل چسپی رہی تھی۔ پہاڑوں کی خاموشی، بہتے جھرنے اور سبز وادیوں میں گھومتے ہوئے اسے بے حد خوشی محسوس ہوئی، مگر جب دس دن بعد وہ واپس گھر پہنچا تو ایک افسوس ناک خبر اُس کی منتظر تھی۔ اس کے قریبی دوست طارق کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ سب ثاقب کی روانگی کے دوسرے دن ہی ہو گیا تھا۔ شمالی علاقہ جات میں موبائل سگنلز کی دشواری کی وجہ سے اسے اطلاع بھی فراہم نہیں کی جاسکی تھی۔

یہ خبر سنتے ہی وہ فوراً طارق کے گھر پہنچا۔ جیسے ہی طارق نے ثاقب کو دیکھا تو وہ بے اختیار اُس کے گلے لگ کر زار و قطار رونے لگا۔ اس کے آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

وہ بولا: ''جانتے ہو ثاقب! میں نے تمھیں کب کب یاد کیا؟ جب ابو آخری سانسیں لے رہے تھے، جب ان کا جنازہ پڑھایا جارہا تھا۔ تب میں ایسا کندھا تلاش کر رہا تھا جس پر سر رکھ کر دِل کا بوجھ ہلکا کرسکوں، مگر مجھے کوئی ایسا نہ ملا اور آج تم آئے ہو تو مجھے وہ سکون مل رہا ہے جو میں ان دنوں ڈھونڈ رہا تھا۔''

ثاقب نے اسے خاموشی سے اپنے کندھے پر سر رکھنے دیا، مگر اُس لمحے اس کے دل میں عجیب سا احساس پیدا ہوگیا، جیسے وہ دوسروں

بہترین عنوان تجویز کرنے پر 1000، دوسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 750، تیسرا بہترین عنوان تجویز کرنے پر 500 روپے انعام دیا جائے گا۔ ''بلاعنوان'' کے کوپن پر عنوان تحریر کر کے ارسال کریں۔
عنوان بھیجنے کی آخری تاریخ 31 مئی 2025 ہے۔
نوٹ: کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہ ہوگا۔

سے مختلف، کسی اور ہی دنیا کا انسان ہو۔ اس کے اندر غرور کی ننھی سی چنگاری نے جنم لیا اور وہ اپنے اندر احساس برتری محسوس کرنے لگا۔

ثاقب کی تحریریں مزید نکھرتی گئیں۔ اس کی شہرت میں اضافہ ہوا، لیکن اس کے ساتھ ہی اس کے لہجے میں سختی اور رویّے میں تکبر آ گیا۔ وہ اب خود کو دُوسروں سے برتر سمجھنے لگا۔ وہ اپنے ساتھی لکھاریوں کے ساتھ بھی بے رخی سے پیش آتا اور نوآموز لکھاریوں کو کم تر سمجھنے لگا۔

ایک دن ایک نوآموز قلم کار حامد اُس کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں کہانی کا مسودہ تھا، جسے وہ بہت محنت سے لکھ کر لایا تھا۔ اس نے عاجزی سے کہا:

''ثاقب بھائی! آپ میرے پسندیدہ لکھاری ہیں، براہِ کرم میری کہانی پڑھ کر اِس پر تبصرہ کریں۔''

ثاقب نے مسودہ ہاتھ میں لیا اور چند جملے پڑھنے کے بعد ہی اس کے چہرے پر تمسخرانہ مسکراہٹ آ گئی۔

وہ زور سے ہنسا اور کہنے لگا:

''یہ کیا فضول تحریر لکھی ہے؟ یہ کہانی نہیں، بے تکی باتیں ہیں۔ بالکل گھٹیا تحریر ہے!''

یہ سن کر حامد کا چہرہ فق ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

کچھ دن بعد حامد کی ملاقات طارق پاشا سے ہوئی جو ثاقب کا دوست اور کہنہ مشق قلم کار تھا، لیکن اس کا رویہ ثاقب کے بالکل برعکس تھا۔ وہ ہر کسی کی مدد کر کے خوشی محسوس کرتا۔ طارق پاشا نے حامد کی تحریر کی اصلاح بھی کی اور اُسے چائے بھی پلائی۔ باتوں ہی باتوں میں حامد نے ثاقب کے بُرے رویے کا بھی ذکر کیا۔ دوستی کا بھرم رکھتے ہوئے طارق پاشا اس وقت تو خاموش ہو گئے، لیکن چند دِن بعد جب ان کی ملاقات ثاقب سے ایک تقریب میں ہوئی تو طارق پاشا نے ثاقب کو سخت لہجے میں کہا:

''یہ آپ نے اچھا نہیں کیا۔ ثاقب! میں آپ کو اچھا انسان سمجھتا تھا، لیکن آپ بہت بدل گئے ہیں۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ تھوڑی سی حوصلہ افزائی کسی کو کتنی ہمت اور حوصلہ دے سکتی ہے اور بے جا تنقید کیسے کسی کے خوابوں کو توڑ سکتی ہے؟ اچھا لکھاری وہی ہوتا ہے جو دُوسروں کو بھی حوصلہ دے، نہ کہ انھیں نیچا دکھائے۔ میں نے بھی حامد کی تحریر پڑھی ہے، اس میں ایسی کوئی قابل ذکر خامی نہیں تھی جس پر آپ نے یوں مذاق اُڑایا، تھوڑی سی اصلاح سے اسے بہتر کیا جا سکتا تھا۔''

طارق کی باتیں ثاقب کے دل پر اَثر کر گئیں۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے اندر واقعی تکبر آ گیا تھا اور وہ دوسروں کے جذبات کی قدر کرنا بھول چکا تھا۔

ثاقب ندامت سے بولا: ''مجھے معاف کر دو بھائی! میں نے حامد کی محنت کی بے قدری کی۔ آپ ایک باصلاحیت لکھاری ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے انسان بھی ہو، میں آئندہ آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نئے لکھنے والوں کی مدد کروں گا، ان شاء اللہ!''

طارق پاشا نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا، پھر دھیرے سے مسکرا دیا۔ صبح کا بھولا واپسی کی طرف لوٹ آیا تھا۔

طارق نے آگے بڑھ کر کہا:

''ثاقب! آپ کو معلوم ہے، ہمیشہ دوسروں کا سہارا بننے والا بھی کبھی کبھار سہارا چاہتا ہے۔ آپ دوسروں کے لیے کندھا بنتے ہیں تو کبھی آپ کو بھی ضرورت پڑ سکتی ہے، مگر ہم میں سے کبھی کسی نے یہ نہیں سوچا کہ شاید کوئی سہارا بننے والا بھی کبھی خود ضرورت مند ہو اور اُسے بھی سہارے کی ضرورت ہو۔''

ثاقب کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔ وہ دھیرے سے بولا:

''طارق بھائی! آپ میرے بہت مخلص دوست ہیں، ایسا دوست جو مجھے غلطی کا احساس دلوا سکتا ہے۔ جو مجھے اچھائی کے راستے کی طرف واپس لا سکتا ہے۔''

یہ کہہ کر اُس نے اپنا سر طارق کے کندھے پر رکھ دیا۔ دوستی اور اِخلاص سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔

شاہ راہ قراقرم

نسرین اختر۔ اسلام آباد

دنیا کا آٹھواں عجوبہ

شاہ راہ قراقرم کی تعمیر کا آغاز 1966ء میں ہوا اَور تکمیل 1978ء میں ہوئی۔ شاہ راہ قراقرم کی کل لمبائی 1300 کلومیٹر ہے، جس کا 887 کلومیٹر حصہ پاکستان میں ہے اور 413 کلومیٹر حصہ چین میں ہے۔ یہ شاہ راہ پاکستان میں حسن ابدال سے شروع ہوتی ہے اور ہری پور ہزارہ، ایبٹ آباد، مانسہرہ، بشام، داسو، چلاس، جگلوٹ، گلگت، ہنزہ نگر، سست اور خنجراب پاس سے ہوتی ہوئی چین میں کاشغر کے مقام تک جاتی ہے۔

اس سڑک کی تعمیر نے دنیا کو حیران کر دیا، کیوں کہ ایک عرصے تک دنیا کی بڑی بڑی کمپنیاں یہ کام کرنے سے عاجز رہیں۔ ایک یورپ کی مشہور کمپنی نے تو فضائی سروے کے بعد اِس کی تعمیر کو ناممکن قرار دے دیا تھا۔ موسموں کی شدت، شدید برف باری اور لینڈ سلائڈنگ جیسے خطرات کے باوجود اِس سڑک کا بنایا جانا بہرحال ایک عجوبہ ہے، جسے پاکستان اور چین نے مل کر ممکن بنایا۔ ایک سروے کے مطابق اس کی تعمیر میں 810 پاکستانی اور 82 چینی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

رپورٹ کے مطابق شاہ راہ قراقرم کے سخت اور پتھریلے سینے کو چیرنے کے لیے آٹھ ہزار ٹن ڈائنامائیٹ استعمال کیا گیا اور اِس کی تکمیل تک تیس ملین کیوسک میٹر سنگلاخ پہاڑوں کو کاٹا گیا۔

یہ شاہ راہ کیا ہے؟ بس عجوبہ ہی عجوبہ ہے! کہیں دل کش تو کہیں پُراسرار، کہیں پُرسکون تو کہیں بل کھاتی اور شور مچاتی، کہیں سوال کرتی تو کہیں جواب دیتی۔ اسی سڑک کنارے صدیوں سے بسنے والے لوگوں کی کہانیاں سننے کا شوق تو کبھی سڑک کے ساتھ ساتھ پتھروں پر سر پٹختے دریائے سندھ کی تاریخ جاننے کا تجسس!

شاہ راہ قراقرم کا نقطہ آغاز ضلع ہزارہ میں ہے، جہاں کے

کوہستان کے بعد چلاس کا علاقہ شروع ہوتا ہے، جو سنگلاخ پہاڑوں پر مشتمل علاقہ ہے۔ چلاس، ضلع دیامیر کا ایک اہم علاقہ ہے، اسے گلگت بلتستان کا دَروازہ بھی کہا جاتا ہے۔ ناران سے بذریعہ بابو سرٹاپ بھی چلاس تک پہنچا جاسکتا ہے۔

چلاس کے بعد شاہ راہ قراقرم نانگا پربت کے گرد گھومنے لگ جاتی ہے اور پھر رائے کوٹ کا پُل آجاتا ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں سے فیری میڈوز اور نانگا پربت بیس کیمپ جانے کے لیے جیپیں کرائے پر ملتی ہیں۔

رائے کوٹ کے بعد نانگا پربت، دریائے سندھ اور شاہ راہ قراقرم

کا ایک ایسا حسین امتزاج بنتا ہے کہ جو سیاحوں کو کچھ وقت کے لیے مبہوت ہونے پر مجبور کردیتا ہے۔

اس کے بعد گلگت ڈویژن کا آغاز ہوجاتا ہے، جس کے بعد پہلا اہم مقام جگلوٹ آتا ہے۔ جگلوٹ سے استور، دیوسائی اور اِسکردو بلتستان کا راستہ جاتا ہے۔ جگلوٹ کے نمایاں ہونے میں ایک اور بات بھی ہے کہ یہاں دنیا کے تین عظیم ترین پہاڑی سلسلے کوہ ہمالیہ، کوہ ہندوکش اور قراقرم اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور دُنیا میں ایسی کوئی جگہ

ہرے بھرے نظارے اور بارونق وادیاں ''تھاکوٹ'' تک آپ کا ساتھ دیتی ہیں۔ تھاکوٹ سے دریائے سندھ بل کھاتا ہوا شاہ راہ قراقرم کے ساتھ ساتھ جگلوٹ تک چلتا ہے، پھر اِسکردو کی طرف مُڑ جاتا ہے۔ تھاکوٹ کے بعد کوہستان کا علاقہ شروع ہوجاتا ہے، جہاں جگہ جگہ دور بلندیوں سے اترتی پانی کی ندیاں سفر کو یادگار اور دل چسپ بنانے میں اہم کردار اَدا کرتی ہیں۔

نہیں جہاں تین بڑے پہاڑی سلسلے اکھٹے ہوتے ہوں۔

جگلوٹ کے بعد شمالی علاقہ جات کے صدر مقام گلگت شہر کا آغاز ہوتا ہے۔ جو تجارتی، سیاسی اور معاشرتی خصوصیات کے باعث نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ نلتر، اشکومن، غذر اور شندور وغیرہ بذریعہ جیپ یہیں سے جایا جاتا ہے۔

گلگت سے آگے نگر کا علاقہ شروع ہوتا ہے جس کی پہچان راکاپوشی چوٹی ہے۔ آپ کو اِس خوب صورت اور دیوہیکل چوٹی کا نظارہ شاہ راہ قراقرم پر جگہ جگہ دیکھنے کو ملے گا۔ نگر اور ہنزہ، شاہ راہ قراقرم کے دونوں اطراف میں آباد ہیں۔ یہاں پر آ کر شاہراہ قراقرم کا حُسن اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے۔

میرا نہیں خیال کہ شاہ راہ کے اس مقام پر پہنچ کر کوئی سیاح حیرت سے اپنی انگلیاں دانتوں میں نہ دباتا ہو۔ ہنزہ اور نگر کا علاقہ نہایت خوب صورتی کا حامل ہے۔ بلند چوٹیاں، گلیشیئر ز، آبشاریں اور دَریا،

اس علاقے کا خاصہ ہیں۔ اس علاقے کے راکاپوشی، التر، بتورہ، کنیا نگ کش، دستگیل سر اور پسو نمایاں پہاڑ ہیں۔ عطا آباد کے نام سے 21 کلومیٹر لمبائی رکھنے والی ایک مصنوعی، لیکن انتہائی دلکش جھیل بھی ہے، جو کہ پہاڑ کے گرنے سے وجود میں آئی۔

سست کے بعد شاہ راہ قراقرم کا پاکستان میں آخری مقام خنجراب پاس آتا ہے۔ سست سے خنجراب تک کا علاقہ بے آباد اور دُشوار پہاڑوں اور مسلسل چڑھائی پر مشتمل ہے۔ خنجراب پاس پر شاہ راہ قراقرم کی اونچائی 4,693 میٹر ہے، اسی بنا پر اِسے دنیا کی بلند ترین شاہ راہ کہا جاتا ہے۔

خنجراب میں دنیا کے منفرد جانور پائے جاتے ہیں، جن میں مارکو پولو بھیڑیں، برفانی چیتے، مارموٹ، ریچھ، یاک، مارخور اور نیل گائے وغیرہ شامل ہیں۔ اسی بنا پر خنجراب کو نیشنل پارک کا درجہ مل گیا ہے۔ اس سڑک پر آپ کو سرسبز پہاڑوں کے ساتھ ساتھ پتھریلے اور بنجر پہاڑی سلسلے اور دیوقامت برفانی چوٹیوں، دریاؤں کی بہتات، آبشاریں، چراگاہیں اور گلیشیئر سمیت ہر طرح کے جغرافیائی نظارے دیکھنے کو ملتے ہیں، جو نہ صرف آپ کا سفر خوب صورت بناتے ہیں، بل کہ آپ کے دل و دماغ پر گہرا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔

گویا شاہ راہِ قراقرم محض ایک سڑک نہیں ہے، بل کہ یہ دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہے۔

بہتر زندگی

سید ذوالفقار حسین۔ کراچی

یہ 1983ء کی بات ہے جب میں آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔ میرا اِسکول سرکاری اور آٹھویں جماعت (مڈل) تک تھا اور اَساتذہ بہت قابل، محنتی اور بہترین تھے۔ اس وقت سرکاری اسکولوں کا معیارِ تعلیم بہت عمدہ تھا۔

سالانہ امتحانات کے بعد نتیجہ آیا اور میں اچھے نمبروں سے کام یاب ہوگیا۔ کچھ دن بعد اِسکول میں ہماری جماعت کے طلبہ کے لیے ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

اس یادگار سالانہ تقریب کے آخر میں استاد صاحب نے ہمیں کچھ کارآمد نصیحتیں کی تھیں، جو مجھے آج بیالیس سال بعد بھی اچھی طرح یاد ہیں۔ میں آج اپنے اس مختصر سے مضمون میں اپنے ان سہانے دنوں کی یادیں تازہ کر رہا ہوں۔ انھوں نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا:

''میرے ہونہار اور پیارے طالب علم ساتھیو!

آج آپ کے اعزاز میں الوداعی تقریب ہے۔ ہمیں افسوس بھی ہے کہ اب آپ کا اور ہمارا ساتھ نہیں رہے گا، اور خوشی بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ نویں جماعت میں، نئے اسکول میں جانے والے ہیں۔ وقت کی قدر کرنے کو اپنی زندگی کا وطیرہ بنا لیجیے، پھر دیکھیے گا کہ وقت آپ کی کیسی قدر کرتا ہے۔ اپنے والدین کا حکم کبھی نہ ٹالیے، ان کی خدمت اور اِطاعت آپ کی زندگی بنا دے گی۔ اپنے سے چھوٹوں پر شفیق اور بڑوں کے سامنے مؤدّب رہنا بہتر زندگی بسر کرنے کے آداب میں سے ہے۔

بہتر زندگی تب ہی بسر کی جاسکتی ہے جب آپ کے دل میں خدا کا خوف ہو۔ آپ دنیا میں سوائے اس کے کسی سے نہ ڈریں۔

عمدہ اور مثالی انداز میں مسلسل تعلیمی درجے طے کرتے

جاننے، پہچاننے، سیکھنے اور سمجھنے کے لیے آپ جس طرح مسلسل کوششیں کرتے رہے، وہ قابلِ تعریف ہے۔ ہماری دُعائیں، نیک تمنائیں آپ سب کے ساتھ ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ یہ آپ کے یادگار اور پُر بہار دِن تھے۔ آپ کی زندگی کے اگلے تعلیمی مراحل میں بھی اللہ کرے، آپ اپنی تہذیب اور تمدن سے جُڑے رہیں۔ چند چیزوں کا خاص خیال رکھیے گا۔

یہاں سے جانے کے بعد بھی آپ کو اپنے اسکول کی تعلیم کی لاج رکھنی ہے۔ اگر آپ کو کہیں اپنے اساتذہ میں سے کوئی بھی ملے، ان کا بہت احترام کرنا ہے۔ سلام کرنے میں پہل کرنی ہے۔ بچوں کی تعلیم اور تربیت میں والدین کے بعد اَساتذہ کا بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ ایک طرح سے وہ ہمارے محسن ہوتے ہیں، کیوں کہ علم اور عمل کی روشنی ہمیں یہی شخصیات عطا کرتی ہیں۔

اِسی طرح ہمارے، ہم جماعت ساتھی آگے بڑھنے میں ہمارے

رہنا آپ کی زندگی کو بہتر بنائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ زندگی کے کسی بھی میدان میں اِن شاءاللہ! پیچھے نہیں رہیں گے۔ آپ پاکستان کا روشن مستقبل ہیں۔ آج آپ محنت اور جدو جہد کو اپنی زندگی کا لازمی جُز بنائیں گے تو کل اس کا میٹھا اور خوش گوار پھل کھائیں گے۔

کبھی کوئی آپ کو نقصان پہنچانے یا پیچھے کی جانب دھکیلنے کی کوشش کرے تو اُس سے محتاط رہیے گا۔ اس وقت مجھے شاعر کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔ انھوں نے خوب صورت بات کہی ہے:

''راہِ طلب میں جذبۂ کامل ہو جس کے ساتھ
خود اُس کو ڈھونڈ لیتی ہے منزل کبھی کبھی''

آپ سب کی محبت اور خلوص بھرا رویّہ ہمیں ہمیشہ یاد رہے گا۔

بہترین مددگار ہوتے ہیں۔ اگر اُن میں سے بھی کہیں کسی سے ملاقات ہو تو عمدہ اَخلاق سے پیش آئیں۔ ایک دوسرے سے ویسے بھی ملتے جلتے رہیں۔ دل سے دل کو رَاہ ہوتی ہے۔ باہمی رابطہ رکھنا فائدے ہی کی بات ہے۔

قرآنِ کریم کی تعلیم ہے کہ صبر اور نماز سے مدد مانگو۔ صبر و تحمل زندگی کا حسن ہے۔ نماز اوّل وقت پر پوری توجّہ کے ساتھ پڑھنا کام یابی کا ذریعہ ہے۔ زندگی میں اگر کوئی مشکل صورتِ حال درپیش ہو تو مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے ساتھ حق کا راستہ اختیار کیے رکھیں۔ کوئی یہ راستہ آپ سے چھڑا نہ پائے۔ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے۔

ایک مہربان ہستی بننے کے لیے آپ مہربان لوگوں سے راہ نمائی حاصل کرتے رہیے۔ زندگی اُسی کی اچھی گزرتی ہے، جس کی نیت نیک ہوتی ہے۔

ہمیشہ عقل و شعور کے ساتھ فیصلے کیجیے گا۔ اب آپ بہتر سے بہتر منزلوں کی طرف قدم رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہیے۔ دینِ اسلام کے اُصولوں سے راہ نمائی لیتے رہیے۔ ہر جگہ کام یابی آپ کے قدم چُومے گی، اگر آپ خود سے مخلص ہوئے۔

بس مجھے آپ سے یہی کہنا تھا۔ بہت بہت شکریہ۔''

بعد میں استاد صاحب نے طلبہ کو جیتے رہیے، خوش رہیے، وغیرہ دُعاؤں کے ساتھ رُخصت کیا۔

آخر میں ہم سب طلبہ خوشی کے آنسو آنکھوں میں لیے اسکول سے باہر نکل آئے۔

111

ذوقِ معلومات

یہ کُل پانچ اشارات ہیں۔ آپ ان کی مدد سے درست جواب تک پہنچنے کی کوشش کیجیے۔ اگر آپ ان اشارات کے ذریعے درست جواب تک پہنچ جائیں تو بُوجھا گیا جواب آخری صفحے پر موجود کوپن کے ساتھ ہمیں ارسال کر دیجیے اور اَپنی معلومات کا انعام ہم سے پایئے۔ آپ کا جواب ۳۱ مئی تک ہمیں پہنچ جانا چاہیے۔

یہ کون ہیں؟

۱ آپ ہندوستان کے شہر بھوپال میں ایک اردو بولنے والے گھرانے میں یکم اپریل 1936ء کو پیدا ہوئے۔

۲ آپ پندرہ برس یورپ میں رہنے کے دوران میں مغربی برلن کی ٹیکنیکل یونی ورسٹی، ہالینڈ کی یونی ورسٹی آف ڈیلفٹ اور بیلجیئم کی یونی ورسٹی آف لیووَن میں پڑھنے کے بعد 1976ء میں واپس پاکستان لوٹ آئے۔ آپ نے ہالینڈ سے ماسٹرز آف سائنس، جب کہ بیلجیئم سے ڈاکٹریٹ آف انجینئرَ کی اسناد حاصل کیں۔

۳ آپ وہ مایہ ناز سائنس دان ہیں، جنھوں نے آٹھ سال کے انتہائی قلیل عرصہ میں انتھک محنت اور لگن کی ساتھ ایٹمی پلانٹ نصب کر کے دنیا کے نام وَر نوبل انعام یافتہ سائنس دانوں کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

۴ آپ نے 10 اکتوبر 2021 کو اِسلام آباد میں وفات پائی۔ آپ کی نماز جنازہ فیصل مسجد میں ادا کی گئی۔

۵ آپ نے چاغی کے مقام پر چھے کام یاب تجرباتی ایٹمی دھماکے کیے۔ آپ نے ایک سو پچاس سے زائد سائنسی تحقیقاتی مضامین بھی لکھے ہیں۔

سعد علی چھیپا۔ کراچی

انو منو کا دستر خوان ۳۳

انعم توصیف۔ کراچی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کیسے ہیں پیارے قارئین!؟ عیدی کتنی جمع ہوگئی؟ اب تو خیر جمع کی ہوئی عیدی کھا پی کر سب نے ختم ہی کر دی ہوگی۔ عیدی میں سے صدقہ نکالا؟ اگر نکال دیا تھا تو شاباش! اور اگر بھول گئے تو کوئی بات نہیں، اگلی مرتبہ یاد رکھیے گا۔

جو بھی رقم آپ کے پاس آئے، چاہے آپ کو بطورِ انعام ملے یا پھر بطورِ تحفہ، آپ لازمی اس میں سے کچھ نہ کچھ رقم بطورِ صدقہ نکال کر کسی غریب کو دے دیا کریں۔ اس سے آپ کو بھی خوشی ملے گی اور اللہ پاک بھی خوش ہوں گے، ان شاء اللہ!

اس بار انو منو آپ کو ایسی ترکیب سکھانے آئی ہے جو آسان تو ہے ہی، مزے دار بھی بہت ہے۔ یہ ایک ایسا کھانا ہے جو ہر جگہ عام ہے، لیکن اس کی یہ ترکیب ذرا ہٹ کر ہے تو پھر چلیے، چلتے ہیں اجزائے ترکیبی کی جانب۔

اجزا:

مسور کی دال	ایک پاؤ
لہسن ادرک کا پیسٹ	آدھا چائے کا چمچ
ٹماٹر	ایک عدد
پیاز	ایک عدد
پسا دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
پسی لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
املی کا گودا	آدھی پیالی
نمک	حسبِ ضرورت
ہری مرچ	چار عدد
ہرا دھنیا	آدھی پیالی
زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ثابت لال مرچ	تین عدد
کڑی پتا	حسبِ ضرورت
تیل	آدھی پیالی

ترکیب:

اللہ پاک کے نام سے کام کا آغاز کرتے ہیں۔ ویسے ہم مسلمان تو اپنی صبح کا آغاز بھی اپنے پیارے اللہ جی کو یاد کر کے ہی کرتے ہیں۔ جب آپ سو کر اُٹھتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کی زبان سے کیا الفاظ ادا ہوتے ہیں؟ جاگتے وقت کی مسنون دعا؟ یا پھر کچھ اور؟ اس سوال کا جواب آپ اپنے آپ کو دیجیے گا۔ جب بیدار ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کا نام لینا یاد رہے گا تو پورا دِن دیگر کاموں کو کرتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ کا نام لینا یاد رہے گا۔ جیسے کھانے سے پہلے، کھانا کھانے کے بعد، کپڑے پہنتے وقت، مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے، مدرسے سے باہر آنے کے بعد، دودھ پینے کے بعد، وغیرہ وغیرہ۔

سب سے پہلے دال کو اچھی طرح دھو لیجیے، پھر اُسے تقریباً آدھے گھنٹے کے لیے پانی میں بھگو کر رَکھ دیں۔ بھیگنے سے دال جلدی گل جائے گی۔ آپ سوچ رہے ہوں گے کہ انو منو ہمیں دال پکانا سکھا رہی ہیں۔ دال تو ہم گھر میں کھاتے ہی رہتے ہیں، اس ترکیب کو سیکھ کر بھلا کیا کرنا؟ لیکن بچو! یہ دال بس ایک بار پکا کر، کھا کر اور کھلا کر دیکھ لیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ انگلیاں چاٹتے رہ جائیں گے۔

کیا آدھا گھنٹا باتوں میں گزارنا ہے؟ چلیے، باتیں بھی کرنا بُری بات نہیں۔ اپنی امی سے، ابو سے، بہنوں سے، بھائیوں سے، غرض گھر میں جو بھی موجود ہو، اس سے باتیں کرنی بھی چاہییں، لیکن اچھی باتیں، نیکیوں کی باتیں، جن سے سب کے دل خوش ہوں۔

دال کو بھیگے ہوئے آدھا گھنٹا ہو جائے تو اُس کا پانی پھینک کر اُسے پتیلی میں ڈالیں۔ پیاز اور ٹماٹر کو باریک کاٹ لیں۔ اب پتیلی میں پیاز، ٹماٹر، لہسن ادرک کا پیسٹ، پسا دھنیا، پسی لال مرچ اور نمک ڈال دیں، پھر اِس میں دو کپ پانی ڈالیں اور چولھا جلا دیں۔ چولھا جلانا اب تک آ گیا ہے یا اب بھی امی یا باجی کو بلا کر چولھا کھلواتے ہیں ننھے بچے؟

دال پکنے کے لیے رکھ کر، ایک پیالی میں املی بھگو کر رکھ دیں، تاکہ اس کا گودا با آسانی نکل جائے۔ آدھی پیالی گودا کتنا ہو گا، اس کا اندازہ کرنے کے لیے کسی بڑے کی مدد لیں۔ دال جب پکانے کے لیے رکھیں گے تو پتیلی کا ڈھکن پورا نہیں ڈھانپنا ہے۔ دال جب ابلنا شروع ہوتی ہے تو وہ ڈھکن کو دَھکا دے کر باہر آنے کی کوشش کرتی ہے اور باہر آ کر ہی دم لیتی ہے، جس سے چولھے کے آس پاس کی جگہ گندی ہو جاتی ہے، اس لیے ڈھکن سے بس آدھی پتیلی کو ڈھانپ دیں۔ یہ اہم اہم باتیں ہیں۔ انھیں اہمیت دیں گے تو فائدے میں رہیں گے، ان شاء اللہ! جب دال میں ایک ابال آ جائے تو چولھے کی آنچ درمیانی کر کے ڈھکن پورا ڈھانپ دیں اور دَال کو آرام سے پکنے دیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے میں دال گل جائے گی۔ اب اسے آپ چمچ کی مدد سے ہلائیے، اس طرح کہ پیاز اور ٹماٹر کے ٹکڑے دال کے ساتھ یک جان ہو جائیں۔ اب اس میں املی کا گودا شامل کر کے پندرہ منٹ کے لیے پکنے کے لیے چھوڑ دیجیے۔ بس یہ دھیان رکھیے گا کہ املی کا گودا نہ اتنا زیادہ ہو کہ گلے خراب ہونے کا خدشہ ہو اور نہ ہی اتنا کم ہو کہ دال عام سی دال لگے۔ اگر دَال زیادہ گاڑھی ہو جائے تو اُس میں تھوڑا سا پانی شامل کیجیے، لیکن پانی اتنا زیادہ مت ڈالیے گا کہ بس پانی کا ذائقہ رہ جائے اور دَال کہیں گم ہو جائے۔ عموماً لوگ دال بہت پتلی بناتے ہیں، جس سے اس کا ذائقہ ہی روٹھ جاتا ہے۔ ویسے یہ دال گاڑھی ہی مزے دار لگے گی۔

پندرہ منٹ بعد دَال میں باریک کٹی ہری مرچ اور ہرا دَھنیا شامل کریں۔ بس اب ذرا دَال کو ایک چمچ کی مدد سے چکھ کر دیکھ لیجیے۔ کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو تو چولھا بند کر دیجیے۔ اب ایک توا لیجیے، اس پر تیل ڈالیے۔ تیل کو گرم کرنے کے لیے رکھیے اور کسی بڑے کو اَدب سے بُلا کر لائیے۔ اب آپ ایک طرف کھڑے ہو جائیے اور اُن سے کہیے کہ تیل میں ہری مرچیں ڈال کر جلدی سے اوپر ڈھکنا رکھ دیں، ورنہ ہری مرچیں اچھل کر فرش پر گر جائیں گی۔ ایک منٹ بعد ایک طرف سے ڈھکن ہٹائیے اور ثابت لال مرچ، زیرہ اور کڑی پتا ڈال کر دوبارہ ڈھکن رکھ دیجیے، پھر ایک منٹ بعد چولھا بند کر دیجیے۔

بقیہ صفحہ نمبر 25 پر

قصہ ایک گاؤں کا

کومل صادق۔ کراچی

رسول نگر ایک سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ ہم وَار اور زَرخیز زمین خوب سونا اگلتی تھی۔ یہاں کے لوگوں کا پیشہ کاشت کاری اور مویشی پالنا تھا۔ اناج، سبزیاں، گوشت، انڈے، دودھ اور گھی یہاں سے وافر مقدار میں ملک کے باقی علاقوں کو بیچ کر پیسا کمایا جاتا تھا۔ درختوں کی کثرت تھی، اس لیے آب و ہوا بھی صحت بخش تھی۔ رسول نگر کے ساتھ بہتی نہر کا اس علاقے کی خوش حالی سے گہرا تعلق تھا۔ اس کے پانی سے کاشت کاری کی جاتی تھی۔ سال کے کچھ مہینے مچھلیاں بھی نہر میں پائی جاتیں اور اپنی مدد آپ کے تحت بچوں کی تفریح کے لیے ایک باغ بھی نہر کنارے بنایا گیا تھا، جس میں جھولے، کشتی رانی اور کھانے پینے کی سہولیات بھی تھیں۔ ہر طرف خوش حالی اور اَمن تھا۔

☆

سالار خان اس علاقے کا ایک عقل مند اور زیرک فرد تھا۔ اس کا زرعی رقبہ سب سے زیادہ تھا۔ وہ اپنے زمانے کا بی۔ اے پاس تھا۔ نیک دل اور اُچھا انسان ہونے کی وجہ سے سب لوگ اس کا بہت احترام کرتے اور اُسی سے مشورہ وغیرہ لیتے تھے۔ کچھ سالوں سے رسول نگر میں ایک ان دیکھی تبدیلی آ رہی تھی۔ اس تبدیلی کو سالار خان کے علاوہ کوئی محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔ اس علاقے کے لوگ اسی طرح محنت سے کھیتوں میں ہل چلاتے تھے، اعلیٰ قسم کے بیج بوتے اور پھر فصل تیار ہونے تک جڑی بوٹیوں اور کیڑے مکوڑوں سے بچاؤ کرتے تھے۔ وقت پر پانی بھی لگاتے تھے، مگر پیداوار رَفتہ رفتہ کم ہو رہی تھی۔ سالار خان نے ایک دو کسانوں سے اس کے متعلق بات کی، مگر اُنھوں نے اس کا وہم قرار دِیا۔

وقت کا چکر چلتا رہا۔ دن اور رات باری باری آتے جاتے رہے۔ چاند بڑھتا گھٹتا رہا۔ موسم اپنے رنگ دکھاتے رہے اور رَسول نگر کی شادابی کم ہوتی گئی۔ کھیتوں میں اناج کے ڈھیروں کی اونچائی کم ہوتی چلی گئی۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ لوگ بمشکل اپنی ضروریات تک کی ہی پیداوار حاصل کر سکے تھے۔ رسول نگر سے بڑے شہر تک جانے والی سڑک منڈیوں تک سامان لے جانے والے ٹرک کے پہیوں کا انتظار کرتی رہی، مگر اِس سال یہ ممکن نہ تھا۔

یہ صورتِ حال سب کے لیے پریشان کن تھی۔ یہی وہ تبدیلی تھی جس کی وجہ سے پچھلے کئی سالوں سے سالار خان پریشان رہتا تھا، مگر وہ سمجھ نہیں پایا کہ ایسا کیوں تھا؟

سالار خان نے سب کسانوں کو اپنے ڈیرے پر بلایا، تا کہ اس مسئلے کا کوئی حل نکالا جا سکے۔ اتفاق سے سالار خان کا پوتا بازل خان ان دنوں شہر سے چھٹیاں گزارنے آیا ہوا تھا۔ وہ شہر کی بڑی جامعہ میں ماحولیاتی سائنس کی تعلیم حاصل کر رہا تھا۔

’’دیکھو بھائیو! ہم آہستہ آہستہ تباہی کے دھانے پر پہنچ چکے ہیں۔ پیداوار اَب اتنی کم ہو چکی ہے کہ اس سال ایک بھی ٹرک اناج لے کر شہر نہیں گیا۔ اگر یہی صورتِ حال رہی تو ہمیں فاقے کرنا پڑیں گے۔ مویشیوں کی تعداد اَور پیداوار بھی چارہ کم ہونے سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر کسی کے پاس حالات کی بہتری کے لیے کوئی ترکیب ہے تو بتائے۔‘‘

بازل کافی دیر سے خاموش بیٹھا سب کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ بولا:
’’میرے خیال میں ہمیں اپنی زمین کی جانچ کروا لینی چاہیے۔ ہو سکتا ہے اس کی زرخیزی میں فرق آ چکا ہو۔ ہم سب سے پہلے اپنے

کھیتوں کی مٹی کی جانچ کروائیں گے۔''

دادا نے بھی اس بات کی تائید کی اور اِس کے ساتھ ہی مجلس برخاست ہوگئی۔

......☆......

اگلے دن وہ دادا کے ساتھ اپنے کھیتوں کی طرف گیا۔ ابھی گندم کی فصل کے بعد سب کھیت خالی تھے۔ اس نے چھوٹے بیلچے کی مدد سے جیسے ہی زمین کھودنا شروع کی پلاسٹک کی تھیلیوں کے ٹکڑے مٹی کے ساتھ ملے ہوئے نظر آئے۔ اس نے کھیت کی تین مختلف جگہ سے کھدائی کی، مگر مٹی خالص نہ تھی، پلاسٹک سے آلودہ تھی۔ اس نے قریبی دو تین کھیتوں کا معاینہ کیا، وہاں بھی یہی حال تھا۔ سالار خان پگ ڈنڈی پر بیٹھا پوتے کو کام کرتے دیکھ رہا تھا۔

''دادا جان! میں نے سراغ لگا لیا ہے۔ آپ سب لوگوں کو دوبارہ ڈیرے پر جمع کریں۔''

''ایسا کیا ہے برخوردار! جو دادا کی نظر سے اوجھل رہا اور تم نے جھٹ سے تلاش کر لیا؟''

''یہ تو میں سب کو ایک ساتھ بتاؤں گا۔''

دوبارہ سب ان کے ڈیرے پر جمع تھے۔ سب کو تجسس تھا کہ بازل کو کیا سراغ ملا ہے۔

وہ کھڑا ہوگیا اور بولا:

''میرے قابلِ احترام بزرگو اور بھائیو! میں نے چار مختلف کھیتوں کا جائزہ لیا۔ سب کی زمین آلودہ ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے یہ زرخیزی کھو رہی ہے۔ پلاسٹک کی تھیلیاں، جنھیں ہم استعمال کر کے پھینک دیتے ہیں، یہ ہمارے گھروں سے کوڑے میں کھیتوں تک پہنچ جاتی ہیں اور پھر مٹی میں شامل ہو جاتی ہیں۔ یہ ایسے کیمیائی مواد سے بنائی جاتی ہیں جو گلتا نہیں ہے۔ یہ زمین میں مفید گیسوں کو مکس ہونے سے روکتی ہیں، جس کا نتیجہ تباہی کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ اگر ہم زمین کی زرخیزی واپس لانا چاہتے ہیں تو ہمیں زمین کو آلودگی سے پاک کرنا ہوگا۔''

''ہم ایسی جگہیں بنائیں گے جہاں ہم انھیں جلا سکیں۔''

کسی نے مشورہ دیا۔

''نہیں بھائی! انھیں جلانے سے زہریلی گیس پیدا ہوتی ہے، جو اِنسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس کا سادہ حل یہ ہے کہ وقتی طور پر اپنے علاقے میں ان کے استعمال پر پابندی لگائیں۔ کپڑے کے بنے تھیلے استعمال کریں، بانس اور کھجور سے بنی ٹوکریاں استعمال کریں اور ہر شخص اس مرتبہ جوار، باجرہ اور مکئی کی کاشت کے بجائے کھیتوں کی صفائی کر کے انھیں اگلی گندم کی فصل کے لیے تیار کرے۔ دوسرا حل ''ری سائیکلنگ'' ہے، جس کی طرف ہم کسی ادارے کے تعاون سے جائیں گے۔''

بازل کی دونوں تجاویز پر عمل شروع ہوگیا۔ رسول نگر میں پلاسٹک کی تھیلیوں پر پابندی لگ گئی۔ کسان کھیتوں کی صفائی میں مشغول ہوگئے۔

گندم کی کاشت سے پہلے زمین بالکل تیار تھی۔ فصل کاشت کر دی گئی۔ سب دعا کر رہے تھے اور متجسس تھے کہ کیا ہوگا۔ روزانہ کھیتوں کے چکر لگتے۔ سات دن بعد گندم کی کونپلیں زمین کا سینہ چیر کر باہر جھانکنے لگیں۔ اکا دکا سبز تنکے دکھائی دینے لگے اور رفتہ رفتہ ان کی تعداد بڑھتی گئی۔ مہینے بعد کھیت ایسے سرسبز تھے جیسے سبزے کے قالین بچھے ہوں، ورنہ پچھلے کچھ سالوں میں کھیت جگہ جگہ سے خالی ہوتے تھے۔ سب کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

......☆......

جیپ کے پہیے جیسے ہی گاؤں والی سڑک پر گھومے وہ پُرجوش ہوگیا۔ کھیتوں کے درمیان پہنچتے ہی اس نے ڈرائیور سے رفتار کم کرنے کو کہا اور جیپ میں کھڑا ہوگیا۔

دھوپ نے دن کو چمک دار بنایا تھا۔ تاحدِ نظر گندم کی فصل خنک ہوا سے اٹھکھیلیاں کر رہی تھی۔ نہر زور و شور سے جاری تھی۔ گاؤں کی پن چکی کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ اس نے سرشاری سے اس منظر کو آنکھوں سے دل میں اُتارا اور گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

بکھرے موتی

قارئین

☆ خاموش شخص سب سے زیادہ حساس اور سمجھ دار ہوتا ہے۔
☆ ہر مسکراہٹ کے پیچھے ایک اَن کہی داستان ہوتی ہے۔
☆ نفرت کمزوروں کا ہتھیار ہے، جب کہ معاف کرنا بہادروں کا۔
☆ جو شخص سچ بولتا ہے اکثر وہی سب سے زیادہ تنہا ہوتا ہے۔

(ہادیہ منور۔ کراچی)

☆ زندگی وہ نہیں جو ہم چاہتے ہیں، بل کہ وہ ہے جو ہمیں برداشت کرنی پڑتی ہے۔
☆ زندگی امتحان ہے، جس میں کام یابی صرف انھیں ملتی ہے جو ہار ماننے کے بجائے آگے بڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔
☆ عزت دولت سے نہیں، کردار سے حاصل ہوتی ہے۔
☆ بہترین لوگ وہ ہوتے ہیں جو دُوسروں کے کام آتے ہیں، چاہے انھیں بدلے میں کچھ نہ ملے۔
☆ کام یابی ان کے قدم چومتی ہے جو گِر کر سنبھلنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔

(مسفرہ ساجد۔ کراچی)

☆ جو شخص اپنی کمزوری پر قبول پا لیتا ہے وہی سب سے زیادہ طاقت وَر بن جاتا ہے۔
☆ دنیا میں سب سے خوب صورت چیز خالص نیت ہے، جو ہر دِل میں نہیں ہوتی۔
☆ معاف کرنا سب سے عظیم انتقام ہے۔
☆ اچھے الفاظ ہمیشہ کانوں سے زیادہ دل پر اَثر کرتے ہیں۔

(علی اصغر۔ سکھر)

☆ زندگی ایک آئینہ ہے، جو ہم کریں گے وہی ہمیں دکھائے گا۔
☆ قرآن انسان کی زندگی کو روشنی اور ہدایت عطا کرتا ہے۔
☆ والدین کی خدمت جنت کے دروازے کھول دیتی ہے۔
☆ محبت اور نرمی کے ساتھ بات کرنا سنت نبوی ﷺ ہے۔

(سعد صہیب۔ رحیم یار خان)

☆ جو شخص حلال کی کمائی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے۔
☆ غرور انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے، جب کہ عاجزی بلند مقام دیتی ہے۔
☆ ہر آزمائش درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحان ہے اور صبر اُس کا بہترین حل ہے۔
☆ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی متاع ہے، جہاں ملے اسے حاصل کر لے۔

(باقر علی۔ لودھراں)

☆ جو دِل اپنے رب کے فیصلوں پر راضی ہو، وہی سکون پاتا ہے۔
☆ جو شخص اپنی زندگی کو قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھالتا ہے، وہی کام یاب ہے۔
☆ اچھی نیت اچھے اعمال کی خوب صورتی کو دُگنا کر دیتی ہے۔
☆ ہر آزمائش میں ایک حکمت چھپی ہے، بس اسے سمجھنے کی ضرورت ہے۔

(فیض الہادی۔ نوشہرہ)

الطاف حسین۔ کراچی

سوال آدھا جواب آدھا

٦٧

اس کھیل میں چند جملے ہیں،
ہر جملہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔
پہلے حصے میں کچھ معلومات دی گئی ہیں، جب کہ دوسرے حصے میں اسی طرح کی معلومات آپ سے پوچھی گئی ہیں۔ آپ مطلوبہ معلومات ہمیں ۳۱ مئی تک ارسال کر دیجیے، ہم آپ کو اِس کا انعام روانہ کر دیں گے۔ ایک سے زیادہ درست جوابات موصول ہونے کی صورت میں قرعہ اندازی کے ذریعے تین قارئین کرام کو اِنعام سے نوازا جائے گا۔ کوپن پُر کر کے ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔

۱ قرآن مجید کی ''سورۂ زُخرف'' میں تین انبیائے کرام علیہم السلام (حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ذِکر آیا ہے...... آپ یہ بتائیے کہ قرآن مجید کی ''سورۂ بنی اسرائیل'' میں کتنے انبیائے کرام علیہم السلام کا ذِکر آیا ہے؟

۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک 125 برس تھی...... بتائیے حضرت داود علیہ السلام کی عمر مبارک کتنے سال تھی؟

۳ پاکستان کے پہلے صدر میجر جنرل اسکندر مرزا تھے (جو 23 مارچ 1956ء سے 27 اکتوبر 1958ء تک مذکورہ عہدہ پر فائز رہے)...... بتائیے پاکستان کی تاریخ کے پہلے نائب صدر کون تھے؟

۴ اَلبانیا کے دارالحکومت کا نام ''ترانہ'' ہے...... آپ یہ بتائیے کہ ''خَرطوم'' کس مُلک کے دارالحکومت کا نام ہے؟

۵ پاکستان کے قومی ترانے کا عنوان ہے ''پاک سَرزمین شاد باد!''...... بتائیے بنگلہ دیش کے قومی ترانے کا کیا عنوان ہے؟

۶ ''RMA'' برطانیہ کی مشہور فوجی تربیت گاہ ''رائل ملٹری اکیڈمی (سینڈ ہرسٹ) کا مخفف ہے...... بتائیے ''PMA'' پاکستان کے کس مشہور فوجی تربیتی ادارے کا مخفف ہے؟

۷ چاند کا ایک دن زمین کے دو ہفتے کے برابر ہوتا ہے...... بتائیے چاند کی ایک رات زمین کے کتنے ہفتوں کے برابر ہوتی ہے؟

۸ ''سَیل پیما'' کی مدد سے پانی کے بہاؤ کی رفتار معلوم کی جاتی ہے...... بتائیے ''دَشت پیما'' کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

۹ علم شاعری میں جس شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں اسے ''بیت'' کہتے ہیں...... بتائیے جس شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ نہ ہوں اس شعر کو کیا کہا جاتا ہے؟

۱۰ ''لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے!'' اردو زبان کی ایک مشہور ضرب المثل ہے، جس کا مطلب ہے: ''بُرے لوگ جوتے کھانے کے بعد ہی سیدھے ہوتے ہیں۔''...... آپ یہ بتائیے کہ ''دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک پھونک کر پیتا ہے!'' کا کیا مطلب ہے؟

جیومیٹری

محمد کاشف اقبال۔ کراچی

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟" حماد نے دروازے سے پوچھا۔

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔" مولانا عبدالقادر صاحب نے جواب دیا اور فرمایا: "جی بیٹا! اندر آجایئے۔"

حماد "جزاکم اللہ خیرا" کہتا ہوا اندر داخل ہوا اور اپنے اسلامیات کے استاد کے سامنے بیٹھ گیا۔

"جی بیٹا! کہیے کیسے آنا ہوا؟"

"استاد صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ الحمدللہ ہمیں ریاضی کا مضمون بھی پڑھایا جاتا ہے، جس میں جیومیٹری کا فن بھی شامل ہے۔ ہمارے ریاضی کے استاد محترم کا کہنا یہ ہے کہ جیومیٹری سے اسلامی تاریخ کی کیا کوئی وابستگی ہے؟ اسے ایک تحریر کے ذریعے جدول کی شکل میں تیار کریں، تاکہ اسکول میں جو مختلف کارنر سجائے جا رہے ہیں، یعنی قران مجید کارنر، اسلامیات کارنر، اردو کارنر، انگریزی کارنر، ریاضی کارنر اور سائنس کارنر وغیرہ تو اُس میں ہماری جماعت کا بھی حصہ شامل ہو اور اُنھوں نے میرے ذمے لگایا ہے کہ میں اس موضوع پر ایک تحریر تیار کروں، جو اِن شاءاللہ تعالیٰ! ریاضی کارنر پر لگائی جائے گی۔ الحمدللہ! آپ ہمیں جماعت میں مختلف تاریخی واقعات اور مسلمانوں کے شان دار ماضی کے بارے میں بتاتے رہتے ہیں، اس لیے میں نے دو رکعت، صلوٰۃ الحاجۃ اور اِستخارے کی نیت سے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، پھر آپ کے پاس حاضر ہوا، تاکہ آپ میری راہ نمائی کر سکیں۔"

مولانا عبدالقادر صاحب حماد کی یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے: "جی بیٹا! ضرور، مجھے خوشی ہوگی اگر میں آپ کے کام آسکوں۔ آپ کل میرے پاس تشریف لایئے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ میں کوشش کروں گا کہ آپ کو آپ کی تحریر کے لیے کچھ مواد فراہم کر سکوں۔"

"جی استاد محترم! ان شاءاللہ تعالیٰ! میں آپ کی خدمت میں کل حاضر ہو جاؤں گا، اب مجھے اجازت دیجیے۔"

"جی بیٹا! ضرور۔" یہ سن کر حماد سلام کر کے ادب کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔

مولانا عبدالقادر صاحب حماد کے اسلامیات کے استاد تھے اور آٹھویں جماعت میں حماد اور اُس کے ساتھیوں کو پڑھاتے

تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ اچھی اچھی کتابوں کا مطالعہ کر کے بچوں کو تاریخی واقعات اور مسلمانوں کی ثقافت سے آگاہ کرتے رہتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس بات کی ترغیب دیتے تھے کہ وہ بچوں پر اِسلامی اخلاق اور آداب کے لیے محنت کریں۔

وہ کہتے تھے کہ اسلامی اخلاق اور آداب پر عمل کروانے کے لیے دیگر چیزوں کی طرح ایک بہت ضروری چیز اپنے ماضی سے واقفیت ہے، تاکہ بچوں کو یہ احساس ہو کہ ہمیں بھی اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان کی عظیم روایات کو اپنی زندگی میں زندہ کرنا ہے، تاکہ ہم بھی دین کی اسی طرح خدمت کر سکیں جس طرح ہمارے بزرگوں نے کی ہے اور اِسلام کی تعلیمات کو پوری دنیا میں اپنے بزرگوں کی طرح پھیلا سکیں۔

مولانا عبدالقادر صاحب کو اِس بات کی خوشی تھی کہ ریاضی کے استاد سر نثار صاحب نے بچوں کو یہ کام دیا کہ وہ ریاضی کے فن جیومیٹری کا اسلامی تاریخ میں استعمال جان سکیں۔

ابھی مولانا عبدالقادر صاحب یہ سب سوچ ہی رہے تھے کہ استاد نثار صاحب کمرۂ اساتذہ میں داخل ہوئے اور مسکراتے ہوئے مولانا عبدالقادر صاحب کو سلام کیا۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے بھی مسکراتے ہوئے نثار صاحب کے سلام کا جواب دیا۔

نثار صاحب گویا ہوئے: ''مولانا! آپ کے کہنے کے مطابق بچوں کو کام دیا ہے، تاکہ وہ جیومیٹری کے اسلامی تاریخ میں استعمال کو سمجھ سکیں۔'' مولانا عبدالقادر صاحب فرمانے لگے:

''جی ہاں، نثار صاحب! مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے کہ الحمدللہ! آپ نے بچوں کو ایک بہت اچھا کام دیا ہے، جس کے ذریعے بچوں کا رِشتہ ہماری تاریخ سے جڑے گا اور وہ ہمارے شان دار ماضی سے واقف ہو کر اَپنا حال بہتر بنا سکیں گے۔''

ماسٹر نثار صاحب نے مسکراتے ہوئے عزم کے ساتھ ان شاءاللہ تعالیٰ کہا۔

اگلے دن مولانا عبدالقادر صاحب جب اسکول تشریف لائے تو اُن کے ہاتھ میں ایک عربی کتاب ''فتوح البلدان'' تھی اور چہرے پر ایک اطمینان بخش مسکراہٹ تھی، جیسے انھیں کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ دوسری طرف حماد بھی اپنے استاد صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ اور ہاتھ میں کتاب دیکھ کر مسکرانے لگا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے استاد صاحب کو اُسے بتانے کے لیے مواد مل گیا ہے۔

وقفے میں حماد اَپنے استاد صاحب سے اجازت لے کر اَساتذۂ کرام کے کمرے میں حاضر ہوا۔ مولانا عبدالقادر صاحب نے اسے سلام کا جواب دے کر بیٹھنے کو کہا۔ حماد اپنے شفیق استاد کے پاس ادب سے بیٹھ گیا۔

مولانا عبدالقادر صاحب نے حماد کو بتانا شروع کیا: ''بیٹا! یہ کتاب جو آپ میرے ہاتھ میں دیکھ رہے ہیں، اس کے لکھنے والے بغداد کے مشہور مؤرخ اور جغرافیہ دان احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو تیسری صدی ہجری میں خلیفہ مامون کے زمانے میں گزرے ہیں۔

یہ زمانہ مسلمانوں کی علم دوستی کا سنہری زمانہ ہے۔ مؤرخ بلاذری کی کتاب فتوح البلدان میں انھوں نے مسلمانوں کی مختلف فتوحات کے حالات لکھے ہیں، اسی میں انھوں نے ہمارے برصغیر اور خاص طور پر سندھ کی فتح کے سلسلے میں محمد بن قاسم ثقفی رحمۃ اللہ علیہ اور حجاج بن یوسف کا ایک واقعہ لکھا ہے۔

جب مسلمانوں کے ایک تجارتی قافلے کو سن 90 ہجری میں سندھ کے ظالم راجا داہر نے قید کر لیا تھا تو حجاج بن یوسف نے 27 سالہ محمد بن قاسم کو مسلمانوں کی مدد کے لیے سندھ بھیجا تھا، تاکہ وہ کافر بادشاہ سے مسلمانوں کو آزاد کروا سکیں۔ راجا داہر نے مسلمانوں سے لڑائی کے لیے پوری تیاری کی تھی، جب کہ دوسری طرف حجاج بن یوسف نے بھی محمد بن قاسم کے ساتھ بھیجے جانے والے لشکر کے لیے ہر ہر چیز کا انتظام کیا تھا۔

حجاج بن یوسف نے قریباً ساڑھے تیرہ سو سال پہلے خبر رسانی کا اتنا زبردست نظام قائم کیا تھا کہ مسلسل اسے خبریں ملتی رہتی تھیں۔ محمد بن قاسم حالات لکھ کر حجاج بن یوسف کو بھیجتے تھے اور حجاج بن یوسف سے راہ نمائی لیتے تھے۔

مسلمانوں نے دیبل کے علاقے کا محاصرہ کیا تھا اور ایک منجنیق نصب کی تھی، تاکہ قلعے پر پتھر برسائے جاسکیں اور مشرکین کو کمزور کر کے انھیں شکست دی جاسکے۔ راجا داہر کے اس قلعے پر ایک بڑا سرخ پرچم نصب تھا اور قلعے کے اندر ایک بڑا بت بھی تھا۔

اس جھنڈے کے بارے میں دشمنوں کا یہ کہنا تھا کہ جب تک یہ جھنڈے موجود ہے ہمیں شکست نہیں ہوسکتی، اس لیے وہ مسلمانوں کا بھرپور مقابلہ کر رہے تھے۔ محمد بن قاسم کی منجنیق سے جو پتھر اِس جھنڈے کو گرانے کے لیے برسائے جارہے تھے وہ جھنڈے تک یا تو پہنچتے نہیں تھے یا جھنڈے کے اطراف سے نکل جاتے تھے۔

محمد بن قاسم نے یہ صورتِ حال حجاج بن یوسف کو لکھ کر بھیجی۔ حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم سے دریافت کیا:

''اتنی بڑی منجنیق، جسے 500 لوگ مل کر کھینچتے ہیں، وہ کس طرح اس جھنڈے کو نہیں گرا پا رہی؟ آپ مجھے جھنڈے کا مقام، منجنیق کا مقام وغیرہ، ساری تفصیلات لکھ کر بھیجیے۔''

محمد بن قاسم نے ساری تفصیل حجاج بن یوسف کو لکھ بھیجی، جس کے جواب میں حجاج بن یوسف نے یہ لکھا: ''آپ منجنیق کو اِس طریقے سے کھڑا کیجیے کہ اس کے ایک ستون کو تھوڑا سا چھوٹا کر دیجیے اور مشرق کی جانب نصب کر کے نشانہ لیجیے۔''

محمد بن قاسم نے حجاج بن یوسف کے کہنے کے مطابق منجنیق چلانے والے کو ہدایات دیں اور جب منجنیق اس طرح نصب ہوگئی تو پھر دوبارہ جھنڈے کا نشانہ لے کر منجنیق چلائی گئی۔ اس مرتبہ نشانہ صحیح لگا اور وہ جھنڈا گر گیا، جس کی وجہ سے دشمن اپنی فتح سے مایوس ہوگیا۔

تو بیٹا حماد! آپ نے دیکھا کہ یہ جو منجنیق کے بارے میں حجاج بن یوسف نے راہ نمائی فراہم کی، یہ درحقیقت جیومیٹری میں مہارت کا نتیجہ تھا، جس کے ذریعے یہ اندازہ لگایا گیا کہ منجنیق کس طرح نصب کرنی ہے؟ اسے کس رخ پر رکھنا ہے؟ اور کس طرح نشانہ لگانا ہے؟''

حماد جو ابھی تک بالکل مگن ہوکر یہ سارا واقعہ سن رہا تھا، ایک دم چہک اٹھا اور کہنے لگا: ''واقعی استاد صاحب! یہ چیز جیومیٹری میں مہارت کا ہی نتیجہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہمارے آباء واجداد کو جیومیٹری کے فن سے بھی لگاؤ تھا اور وہ اس میں مہارت بھی رکھتے تھے۔''

''جی ہاں بیٹا! بالکل ایسا ہی ہے۔ مسلمانوں کی اس عظیم فتح میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کے ساتھ ساتھ ایک دنیاوی سبب اس جیومیٹری کو بھی قرار دِیا سکتا ہے۔ اس کے بعد رَاجا داہر کا لشکر سراسیمہ ہوکر شکست کھا گیا اور بعد میں راجہ داہر بھی مارا گیا۔

اس طرح جیومیٹری کا فن بھی مسلمانوں کو سندھ فتح کرنے اور اِسلام کی روشنی یہاں پھیلانے کا ایک سبب کہلایا جاسکتا ہے۔'' حماد یہ سارا واقعہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا:

''استادِ محترم! اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے، میں ان شاءاللہ تعالیٰ! اس واقعے کو جدول میں لکھ کر، فرضی قلعہ اور منجنیق بنا کر واضح کروں گا، تاکہ ہمارے دیگر ساتھیوں کو بھی فائدہ ہو۔

میں اپنے جدول پر اِس کتاب فتوح البلدان کا سرورق بھی دوں گا، تاکہ بچوں میں اس کتاب کے مطالعے کا ذوق پیدا ہو۔'' استاد صاحب نے کہا:

''ضرور بیٹا! اس طرح آپ لوگوں کو علم دوست بھی بنائیں گے اور اُنھیں اپنی شان دار تاریخ سے بھی واقف کریں گے۔''

حماد نے کہا: ''جی ضرور، ان شاءاللہ تعالیٰ۔'' اس کے بعد حماد، استادِ محترم سے اجازت لے کر واپس چلا گیا۔ ایک ہفتے بعد حماد کی تحریر اور دِیگر بچوں کی تحریرات بھی مختلف کارنروں پر آویزاں تھیں۔

پرنسپل صاحب نے پی۔ ٹی۔ ایم۔ میں والد حضرات کو اِن تحریروں کو دیکھنے کی دعوت دی۔ سب والد حضرات ان تحریروں سے بہت متاثر ہوئے، خاص طور پر حماد کی تحریر کی ہر ایک نے بہت تعریف کی، جس پر پرنسپل صاحب نے حماد کو اِعزازی سند سے نوازا۔

مولانا عبدالقادر صاحب بہت خوش تھے کہ انھوں نے بچوں کو اپنی تاریخ اور ثقافت سے روشناس کروانے میں اپنا کردار اَدا کیا۔

ماں کا سایہ

وہ شاہوں سے بڑا ہے جس کے سر پر ماں کا سایہ ہے
وہی ماں کی دعاؤں سے ہر اک میداں میں چھایا ہے

کہا رب نے: ''کبھی ماں باپ کو اُف بھی نہ تم کرنا''
ہے جنت ماں کےقدموں میں ، یہ آقا نے بتایا ہے

گِرا سکتا نہیں مجھ کو زمانہ اپنی چالوں سے
پکڑ کر انگلی ، ماں نے مجھ کو چلنا یوں سکھایا ہے

میں دیوانہ ہوں آقا کا اور آقا کے صحابہ کا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)
مجھے اِن کا دیوانہ بھی مری ماں نے بنایا ہے

مجھے بچپن میں دنیا کے کسی غم نے نہیں گھیرا
کہ بچپن میں نے اپنی ماں کے آنچل میں بِتایا ہے

بھلے جتنا بھی پڑھ جاؤ ، مگر مت بھولنا ''زائرؔ''
کہ پہلا لفظ دنیا کا ، تمھیں ماں نے پڑھایا ہے

محمد زبیر زائر۔ گگو منڈی

جھوٹوں کے جھوٹے ۵۸

حافظ محمد دانش عارفین حیرت۔ لاہور

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

"میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" (ترمذی)

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

18۔ حامیم بن من اللہ محکسی

یہ 313 ہجری کی بات ہے، جب مغربی ملکوں میں سے ایک ملک ''ریف'' میں ایک شخص حامیم بن من اللہ محکسی نے جھوٹا دعویٰ نبوت کیا اور ہزاروں لوگوں کو اپنی جھوٹی دعوت میں پھنسالیا۔

حامیم بن من اللہ محکسی نے جس علاقے میں دعویٰ نبوت کیا وہ علاقہ بربری قبائل کے لوگوں کا تھا۔ بربر ایک قبیلہ ہے۔ اس قبیلے کے لوگ بہت بڑی تعداد میں شمالی افریقہ میں رہتے ہیں۔ آج کل شمالی افریقہ کا یہ علاقہ الجزائر، مراکش اور تیونس وغیرہ جیسے ملکوں میں بٹا ہوا ہے۔ اس سارے علاقے کو عرف عام میں المغرب کہا جاتا ہے۔ اس علاقے کے رہنے والے لوگ بربری کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ خانہ بدوش تھے۔ بربری لوگ بہت ہی زیادہ بہادر اور سادہ لوح ہوتے ہیں۔ یہ لوگ مسلمان تھے۔

بربری لوگوں کی سادہ لوحی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حامیم بن من اللہ محکسی نے انھیں مختلف قسم کے شعبدے دکھا کر اور اپنی چکنی چپڑی باتوں میں اُلجھا کر حقیقی ایمان کی دولت سے محروم کر دیا۔

بربری لوگوں میں تعلیم حاصل کرنے کا رواج نہیں تھا، اس لیے ان کے ہاں علما بھی نہیں تھے جو انھیں بتاتے کہ نبوت آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے اور اب کسی کو بھی نبوت نہیں ملے گی، لیکن چوں کہ ان میں تعلیم حاصل کرنے کا رواج نہیں تھا، اس لیے حامیم بن من اللہ محکسی کے لیے یہ لوگ سب سے زیادہ آسان شکار تھے، سو اُس نے ایسا ہی کیا اور اِن مسلمانوں کو حقیقی ایمان کی دولت سے محروم کر دیا۔

شریعت محمدی کے مقابلے میں اس نے اپنی ایک نئی شریعت پیش کی۔ اس میں اس نے صرف دو نمازیں پڑھنے کا حکم دیا۔ ایک طلوع آفتاب کے وقت اور دوسری غروب آفتاب کے وقت۔

(درحقیقت ان دونوں اوقات میں نماز پڑھنے سے اسلام نے منع کیا ہے۔ ہم فجر کی نماز طلوع سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی نماز غروب کے بعد پڑھتے ہیں۔) اس نے نماز سے پہلے وضو بھی ختم کر دیا۔

رمضان کے روزے رکھنے سے منع کر دیا اور اُن کی جگہ رمضان کے آخری عشرے کے تین، شوال کے دو اور ہر بدھ اور جمعرات کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور روزہ بھی دوپہر تک افطار کرنے کا حکم دیا۔

زکوۃ اور حج کو ختم بھی کر دیا۔

تمام حلال جانوروں کے سر اور انڈے کھانے کی ممانعت کر دی۔

حامیم نے صرف اکیلے ہی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، بل کہ اس کے گھر کے اور لوگوں نے بھی جھوٹا دعویٰ نبوت کیا اور گھر والوں

میں سے صرف مردوں نے ہی نہیں، بل کہ عورتوں نے بھی جھوٹا دعویٰ نبوت کیا، اس لیے حامیم بن من اللہ کے خاندان کو جھوٹوں کا خاندان بھی کہا جا سکتا ہے۔

حامیم کے خاندان سے عاصم بن جمیل نامی ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا۔

حامیم کی پھوپھی، جس کا نام تابعیت تھا، وہ کاہنہ اور ساحرہ تھی۔ (کاہنہ کہتے ہیں: کسی کام کے ہونے سے پہلے اس کی پیش گوئی کرنے والی کو۔ ساحرہ کہتے ہیں جادو کرنے والی کو۔) اسے بھی نبی مانا جاتا تھا اور نمازوں میں اس کا نام بھی لیا جاتا تھا۔

حامیم کی ایک بہن، جس کا نام دوجوع تھا، یہ بھی کاہنہ اور ساحرہ تھی۔ اس کا بھی اپنے خاندان کے جھوٹے دعویٰ نبوت میں حصہ تھا، یعنی یہ بھی نبیہ تصور کی جاتی تھی۔

حامیم بن من اللہ محکسی نے اپنے ماننے والوں کے لیے ایک کتاب بھی لکھی، جو کہ ان کی مذہبی کتاب تھی اور اُس کتاب کو بطورِ تلاوت پڑھا جاتا تھا اور نماز میں اس کی تلاوت کی جاتی تھی۔

حامیم بن من اللہ محکسی کے جال میں پھنسے ہوئے لوگ بارش کے وقت اور قحط کے وقت اس کی پھوپھی تابعیت اور بہن دوجوع کے وسیلے سے دعا مانگا کرتے تھے۔

حامیم بن من اللہ تجخیر کے مقام پر ایک جنگ میں مارا گیا۔ یہ لڑائی احواز میں قبیلہ مصمودہ سے 319 یا 329 ہجری میں ہوئی تھی۔

حامیم بن من اللہ تو مارا گیا، لیکن اس کے پھیلائے ہوئے عقیدے ایک لمبے عرصے تک بربری قبائل میں رائج رہے اور مخلوق خدا کی گمراہی کا سبب بنتے رہے، مگر اَب اس کے ماننے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے، الحمدللہ!

......(جاری ہے)......

جوابات

سوال آدھا، جواب آدھا (۶۵) کے درست جوابات

1. 3 (پارہ نمبر 25، 27، اور 28).
2. سورۂ آل عمران کی آیت نمبر 37۔
3. 748۔ ۴. عبداللہ رضی اللہ عنہ۔
5. فرانس (کیوں کہ یہ ائیرپورٹ فرانس کے دارالحکومت پیرس میں واقع ہے)۔
6. اسلحہ سازی۔ ۷. کینیڈا۔
8. تھامس ایلوا ایڈیسن (امریکا)۔ ۹. اوکائے۔
10. جو روپیہ پیسہ خرچ کرتا ہے اُسی کا کام ہوتا ہے۔

بقیہ: اَنو منو کا دسترخوان ۳۳

اب دال کو کسی صاف ستھرے پیالے میں نکال لیے اور اُوپر سے یہ رنگ برنگا بھگار ڈالیے۔ دال کی خوب صورتی دیکھ کر آپ اَش اَش کر اُٹھیں گے۔ اب سکون سے جا کر بیٹھیے اور کسی بڑے سے فرمائش کیجیے کہ وہ چاول ابال دیں۔ اتنی محنت کرنے کے بعد ایک چھوٹی سی فرمائش تو آپ کی جانب سے بنتی ہی ہے۔ چاول تیار ہو جائیں تو بس جلدی سے دسترخوان لگایئے۔ سب مل کر یہ دال چاول کھایئے۔ اگر اِس کے ساتھ پاپڑ بھی تل لیے جائیں یا دُکان سے منگوا کر ساتھ کھا لیے جائیں تو کھانے کا مزہ دوبالا ہو جائے گا اور آپ ہر نوالے پر اَنو منو کو دُعا دینے پر مجبور ہو جائیں گے، ان شاءاللہ!

یہ ترکیب لازمی آزمایئے گا۔ پسند آئے تو اَنو منو کو دُعا دینا مت بھولیے گا۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اگلے ماہ مزے دار ترکیب کے ساتھ پھر ملاقات ہوگی۔ ان شاءاللہ!

اللہ حافظ

غلام حسین میمن۔ حیدر آباد

''عبدالباسط! جمال صاحب کی ملازمت سے برطرفی کا خط جلدی بنا کر لے آؤ، تاکہ میں اس پر دستخط کردوں۔ اور ہاں، آج دفتری اوقات ختم ہونے سے پہلے انھیں دے کر ملازمت سے فارغ کردو۔'' وقار یوسف صاحب نے حکم دیا۔

''مگر کیوں جناب!؟'' عبدالباسط نے تیز آواز میں پوچھا۔ وہ اس وقت منتظمِ اعلا (ڈائریکٹر ایڈمن) کے کمرے میں تھا۔ جمال صاحب سیلز مینیجر (اشیا کی فروخت کے آفسر اعلیٰ) تھے۔ وہ اپنے اخلاق اور کام کی بدولت چیئرمن سمیت تمام عملے میں بے حد مقبول تھے۔

''تم یہ سوال کیسے پوچھ سکتے ہو عبدالباسط!؟ یہ مت بھولو کہ تم بھی میرے ماتحت ہو، اگر میں چاہوں تو تمھیں بھی برطرف کرسکتا ہوں۔'' انھوں نے سختی سے جواب دیا۔

''جی جناب! مجھے معلوم ہے، مگر آپ تو مجھے اپنی ہر بات بتاتے ہیں۔ کیا یہ نہیں بتائیں گے کہ جمال صاحب کو کس وجہ سے فارغ کیا جارہا ہے؟ جب کہ ان کے خلاف کوئی شکایت بھی نہیں ہے۔'' اس بار عبدالباسط کا انداز عاجزانہ تھا۔

''ہاں، اب تم نے اپنا انداز صحیح اختیار کیا ہے۔ تمھیں تو پتا ہے نا کہ مجھے خودسر یا خوددار لوگ بالکل پسند نہیں ہیں۔ اس دفتر میں ہر کوئی میرے سامنے عاجزی یا میری خوشامد کرتا ہے، مگر جمال......'' یہ کہہ کر وہ رُکے اور عبدالباسط کے چہرے کا جائزہ لینے لگے، مگر عبدالباسط کا چہرہ سپاٹ ہی نظر آیا۔ وہ دوبارہ کہنے لگے:

''اب میں دیکھوں گا کہ ضرورت پڑنے پر اُسے دوسروں سے ادھار مانگنا پڑے گا، پھر اُس کی خودداری کہاں رہ جائے گی۔'' یہ سُن کر عبدالباسط نے وہاں سے اٹھ کر جانے میں ہی عافیت سمجھی۔

کچھ دیر بعد جمال صاحب کی برطرفی کا خط وقار یوسف صاحب کی میز پر آ گیا اور اُنھوں نے دستخط کردیے۔ وقار یوسفی کی ہدایت کے مطابق چھٹی سے آدھے گھنٹے پہلے خط جمال صاحب کو دینے کا ناخوش گوار فریضہ بھی عبدالباسط کو ہی انجام دینا پڑا۔ وہ جمال صاحب کا بے حد اِحترام کرتا تھا۔ مقررہ وقت پر نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے یہ خط انھیں دے دیا۔ جمال صاحب نے ایک نظر خط پر ڈالی، اللہ کی مرضی کہہ کر اُسے جیب میں ڈالا اور اَپنا ذاتی سامان میز پر سے سمیٹ کر سلام کرکے چلے گئے۔

جمال صاحب کے جانے کے بعد اُن کا کام، ان کے معاون صفدر نے سنبھالا، مگر کمپنی کے مال کی فروخت میں کمی آنے لگی، اس کے مقابلے میں مخالف کمپنی کے مال کی فروخت میں تیزی آتی گئی۔ یہ بات بھلا ادارے کے مالکان کو کیسے برداشت ہوسکتی تھی۔

ایک مہینے کے اندر ہی چیئرمین صاحب نے مالکان کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔

اجلاس میں وقار یوسف صاحب کو بُلا کر سختی سے پوچھا گیا کہ آپ نے سیلز منیجر جمال صاحب کو کیوں برطرف کیا؟"

"سر! ان کے خلاف کافی شکایات تھیں۔"

"کیا!؟" چیئرمن صاحب کا لہجہ سخت ہوتا جا رہا تھا۔

"ان کے خلاف شکایات کا کوئی ثبوت؟ کیا آپ نے انھیں کوئی سرزنش والا خط دیا۔ ان کی فائل جو میرے سامنے ہے، اس میں اس طرح کے کسی خط کی نقل نہیں ہے۔" یہ کہہ کر اُنھوں نے فائل وقار یوسف صاحب کے سامنے پٹخ دی۔ وقار یوسف صاحب کی حالت ایسی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

"ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ آپ نے جمال صاحب کو ذاتی انتقام کا نشانہ بنا کر اُنھیں ملازمت سے فارغ کیا ہے۔ اس سے ادارے کی ساکھ اور فروخت پر بُرا اَثر پڑ رہا ہے، اس لیے آج کے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا جا رہا ہے کہ آپ کو ڈائریکٹر کے عہدے سے ہٹا کر ملازمت سے فارغ کیا جا رہا ہے۔ آپ ابھی اور اِسی وقت عبدالباسط صاحب کو کام سونپ کر چلے جائیں۔" چیئرمین صاحب نے اپنا فیصلہ سنایا۔

ایسا بھیانک انجام تو اُن کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ مجبوراً اُنھیں برسوں پُرانی شاہانہ ملازمت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ اب جمال صاحب کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی سڑک پر آ گئے تھے۔

عبدالباسط نے قائم مقام ڈائریکٹر کے عہدے کے اختیارات سنبھال لیے اور شام کو دفتر کے بعد چیئرمین صاحب کا پیغام لے کر جمال صاحب سے ملنے ان کے گھر چلا گیا۔ جمال صاحب ابھی ابھی گھر پہنچے تھے، تھکاوٹ تھی، مگر عبدالباسط کو دیکھ کر خوش ہوئے اور کمپنی کا حال احوال پوچھنے لگے:

"کیسے ہو عبدالباسط!؟ کمپنی کا کیا حال ہے؟"

"جناب! میں ٹھیک ہوں، آپ کے لیے چیئرمین صاحب کا پیغام لایا ہوں، آپ ملازمت پر واپس آ جائیں۔ ایک مہینے کی برطرفی والی تنخواہ بھی ادا کی جائے گی اور اس مرتبہ آپ کو ڈائریکٹر کے عہدے پر ترقی دی جا رہی ہے۔" عبدالباسط نے ایک ہی سانس میں ساری بات کہہ دی۔

"عبدالباسط! میرے لیے خوشی کی بات ہے کہ ادارہ میری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور ترقی بھی دے رہا ہے، مگر تمھیں یہ جان کر خوشی ہوگی کہ میں وہاں سے فارغ ہونے کے دوسرے دن ہی امان انڈسٹریز کی ملازمت قبول کر چکا ہوں اور وعدہ بھی کیا ہے کہ میں بلا جواز اُنھیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا، اس لیے چیئرمین صاحب سے میری طرف سے معذرت کر لینا۔ اور ہاں، انھیں شعبۂ فروخت کی فکر ہے اور وہ کسی ذمے دار کو یہ شعبہ دینا چاہتے ہیں تو اِس کے لیے ہمارے سابق ساتھی اظہار الحق بہتر رہیں گے۔ وہ میرے ساتھ پانچ سال رہے ہیں، وہ محنتی اور لائق بھی ہیں، مگر نہ جانے کیوں انھیں وقار صاحب نے ملازمت سے فارغ کر دیا تھا۔ انھیں بلوالیں، آپ کا فروخت کاری کا شعبہ دوبارہ فعال ہو جائے گا۔"

عبدالباسط وہاں سے کچھ دیر بعد نکل آیا، مگر اِس کہانی کا انجام ابھی باقی ہے۔

ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد وقار یوسف صاحب اسی کمپنی میں پہنچے جہاں جمال صاحب شعبۂ فروخت کے سربراہ تھے۔ وقار یوسف صاحب کو معلوم ہوا تھا کہ یہاں کے ڈائریکٹر صاحب دو دِن پہلے ہی ملازمت چھوڑ کر جا چکے تھے۔ وہ اس وقت ڈائریکٹر جنرل کے دفتر میں بیٹھے تھے۔

"وقار صاحب! ڈائریکٹر کا عہدہ ہمارے یہاں دو دِن پہلے ہی خالی ہوا ہے اور آپ اس کے لیے موزوں امیدوار تصور کیا جاتے ہیں، مگر ہم یہ عہدہ ہمارے سیلز منیجر جمال صاحب کو دے چکے ہیں اور وہ کل سے اپنا عہدہ سنبھالیں گے۔ ہاں، اگر آپ چاہیں تو سیلز منیجر کے عہدے کی ملازمت آپ کو دِی جا سکتی ہے، مگر اِس کے لیے آپ کو ہماری اشیا کی فروخت میں اضافہ کر کے دکھانا ہوگا۔ اور ہاں، آپ کے باس جمال صاحب ہوں گے۔"

سورج کی سنہری روشنی سے ہر چمک رہی تھی۔ درختوں پر چڑیاں چہچہا رہی تھیں اور ہوا میں تازہ مٹی کی خوش بو تھی۔ پورے محلے میں ایک عجیب جوش و خروش تھا۔ بچے پاکستانی جھنڈے لے کر گلیوں میں دوڑ رہے تھے اور ہر جگہ یومِ تکبیر کی باتیں ہو رہی تھیں۔

''پاکستان زندہ باد!''

''اللہ اکبر۔''

تین سے سات سال کے بچوں کے لیے

سب کو کل کے دن کا بے چینی سے انتظار تھا، مگر ایک جگہ کچھ عجیب سماں تھا۔

علی اور حمزہ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ علی کے ہاتھ میں ایک خوب صورت پاکستانی جھنڈا تھا، جسے وہ کل اسکول کے لیے لے جا رہا تھا، لیکن ان کے قریب ہی ایک اور ''مہمان'' موجود تھا، وہ تھی شرارتی بلی ''گلابی''۔

گلابی نے اپنی چمک دار آنکھوں سے جھنڈے کو گھورا، پھر ہلکی سی ''میاؤں'' کی اور جھٹ سے جھنڈے پر جھپٹ پڑی۔

''ارے، گلابی! یہ جھنڈا ہے، تمھاری کھلونا مچھلی نہیں۔'' علی نے جلدی سے جھنڈا کھینچا۔

حمزہ ہنسنے لگا: ''لگتا ہے گلابی کو بھی یومِ تکبیر کی اہمیت سمجھانی پڑے گی۔''

علی نے سوچا کہ اگر سیدھا سیدھا بتانے لگا تو حمزہ بھی اُکتا جائے گا اور بلی تو سو ہی جائے گی۔

اس نے کہانی کے انداز میں بولنا شروع کیا:

''کیا آپ جانتے
ہیں کہ بہت سال پہلے پاکستان کے پاس
ایک زبردست راز تھا؟''
حمزہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔''راز؟ کون سا راز؟''
علی نے آہستہ سے کہا:''ایسا راز، جس سے دشمن
بھی ڈر گئے اور کانپنے لگے۔''
گلابی نے بھی حیرانی سے ''میاؤں؟'' کی،
جیسے اسے بھی راز سننا ہو۔
''پاکستان کے سائنس دانوں نے ایک طاقت وَر
چیز بنائی تھی، ایٹم بم، مگر وہ اسے سب کو نہیں
دکھانا چاہتے تھے، مگر پھر ایک دن،
پاکستان نے سب کو حیران کر دیا۔
28 مئی 1998 کو پاکستان نے ایٹمی دھماکے کر
دیے۔ دھماکے کے بعد پورا پہاڑ لرز گیا
اور سب نے کہا:
''اب پاکستان ایک طاقت وَر
ملک ہے۔''
حمزہ جوش سے بولا:''واہ! پھر؟''
''پھر پاکستان نے دنیا کو بتا دیا کہ ہم اپنی حفاظت کر
سکتے ہیں، اسی لیے ہم ہر سال 28 مئی کو یومِ تکبیر
مناتے ہیں۔''
علی جیسے ہی خاموش ہوا، گلابی نے ایک لمبی
میاؤں کی اور اُچھل کر جھنڈے پر پھر سے جھپٹ
پڑی۔
حمزہ ہنسا:''ارے، لگتا ہے گلابی بھی
کہہ رہی ہے، پاکستان زندہ باد!''
علی ہنسا:''ہاں، مگر اِسے پہلے یہ سمجھانا ہوگا کہ
جھنڈا کھانے کی چیز نہیں۔''
گلابی نے بےزاری سے اپنی موٹی
سبز آنکھیں گھمائیں، جیسے کہہ رہی ہو:
''ٹھیک ہے بھائی! بس زیادہ لیکچر نہ دینا۔''
علی نے گلابی کو پیار سے گود میں اٹھایا اور کہا:
''دیکھو گلابی! یہ دن ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر ہم محنت
کریں، اپنے ملک سے محبت کریں اور سچے دل سے کام
کریں تو ہم ہر مشکل سے جیت سکتے ہیں۔''
حمزہ نے سر ہلایا:
''اور اگر بلی زیادہ شرارت کرے تو اُسے بھی
یومِ تکبیر کی تقریر سننی پڑے گی۔''
گلابی نے معصومیت سے ''میاؤں'' کر کے
جیسے ہاں میں ہاں ملائی اور علی اور حمزہ، دونوں ہنس
پڑے۔

آؤ رنگ بھریں
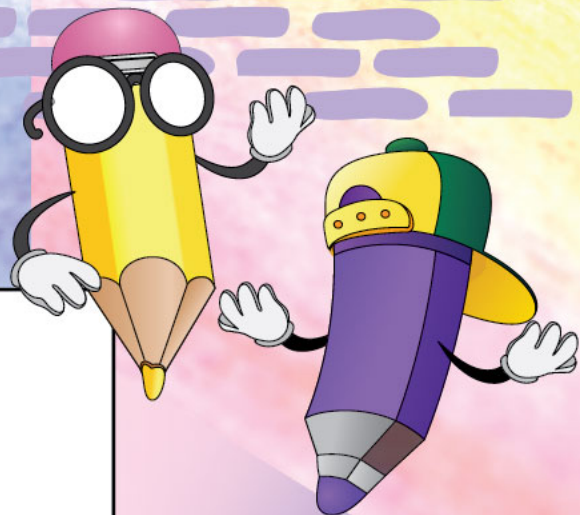
پیارے بچو! رنگ بھر کر اپنے والدین کو بھی دکھایئے۔

عائشہ فاطمہ - کراچی
اریبا وسیم - کراچی
سعد شمسی - کراچی
زینب فہیم - کراچی
ابو ہریرہ کرنالوی - کراچی
ذوقِ مصوری

پرندوں کے آشیانے

حُسن آرا۔ ملکوال

دور کہیں ایک جنگل میں بہت سے درخت تھے۔ وہ جنگل خوب ہرا بھرا تھا۔ جنگل پرندوں اور جانوروں کی آوازوں سے کافی بارونق تھا۔ اسی جنگل میں کچھ بڑے اور مضبوط درختوں پر پرندوں کا بسیرا تھا۔ انھی درختوں پر سب پرندوں کے آشیانے تھے۔ وہ سب ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھتے تھے۔ جب بھی کوئی بیمار یا مشکل میں ہوتا سب ایک دوسرے کا سہارا بن جاتے۔ وہ سب بہت سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے۔

روزانہ شام کے وقت اوپر والی شاخوں پر سب بڑے پرندے بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے، جب کہ چھوٹے پرندے درخت کے نیچے زمین پر کھیلتے کُودتے۔

ان کے اس سکون اور ہنستی مسکراتی زندگی میں اچانک ایک مصیبت آ پڑی۔ ہوا کچھ یوں کہ لکڑہاروں نے اس جنگل کا رُخ کر لیا، کیوں کہ شہروں سے تو وہ درختوں کا خاتمہ کر چکے تھے، اب ان کا ارادہ جنگلات سے درخت کاٹ کر شہروں میں مہنگے داموں لکڑیاں بیچنے کا تھا۔

روزانہ کی طرح بڑے باتیں کر رہے تھے اور بچّے کھیل رہے تھے کہ کچھ لوگ کلہاڑوں کے ہمراہ آئے اور سب سے بڑے درخت کے نیچے کھڑے ہو کر باتیں کرنے لگے:

''ارے واہ! یہاں تو درخت ہی درخت ہیں۔ ہماری کمائی خوب ہوگی۔'' ایک آدمی نے دوسرے سے کہا تو درخت پر بیٹھی چڑیوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ وہ مارے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں۔ شکاری کے کندھے پر بیٹھا پالتو توتا انھی کو دیکھ رہا تھا۔

توتا انھیں دھمکاتے ہوئے کہنے لگا: ''اس درخت پر جتنے دن گزارانے تھے گزار لیے، کل سے میرا مالک یہ سب درخت کاٹنا شروع کر دے گا۔ تم سب اپنا اپنا بندوبست کرلو۔''

''یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ ہمیں ہمارے ہی گھر سے نکلنے کے لیے دھمکا رہے ہو۔ ہم اپنا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔'' مینا اور کبوتری نے بھی چڑیا کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''مجھے کچھ نہیں پتا۔ بس تمھارے پاس کل شام تک کا وقت ہے، اپنا بندوبست کرلو، ورنہ گھر تو کیا، سر بھی نہیں بچے گا، کیوں کہ کل سے درختوں کی کٹائی کا کام ہوگا۔ بڑے بڑے آرے لائے جائیں گے۔'' توتے نے انھیں کہا اور اپنے مالک کے ساتھ ساتھ وہاں سے اُڑتا بنا۔

شام سے رات ہوگئی، اجالے سے اندھیرا ہوگیا، بچّے بے خبر سو رہے تھے، کیوں کہ انھیں ان باتوں کی سمجھ نہیں تھی، لیکن والدین پریشان تھے اپنے لیے، اپنے بچّوں کے لیے، اپنے گھر کے لیے، اس لیے وہ سب جاگ کر اِس مصیبت کا حل سوچ رہے تھے۔

''بتاؤ، اب کیا کرنا ہے؟ ہمارے تو بچے بھی چھوٹے ہیں اور گھر بناتے بناتے ایک ہفتہ لگ جائے گا۔'' چڑیا نے چڑے سے پوچھا، جو سوچوں میں گم تھا۔

''یہاں رُکے تو مارے جائیں گے۔ اب یہاں سے جانا ہی پڑے گا۔''

''اتنی سردی میں اگر بچوں کو لے کر نکلے تو سردی کی وجہ سے مرجائیں گے۔'' چڑیا نے روتے ہوئے کہا۔

''ہم کہیں نہیں جائیں گے۔ ہم ان انسانوں کو دَرخت کاٹنے سے روکیں گے۔ اگر وہ نہ رُکے تو ہم اپنے عقاب دوستوں سے مدد لیں گے۔ اس کے علاوہ شیر اور چیتا بھی تو ہیں۔ ہم سب مل کر اپنے گھر بچائیں گے۔'' ساتھ والے درخت پر بیٹھے کالو کوے نے کہا۔

''ہاں، یہ حل ہوسکتا ہے۔ پہلے ہم ان انسانوں کو سمجھائیں گے کہ درخت کاٹنے سے ان کا بھی نقصان ہوتا ہے۔ انھیں قائل کریں گے۔ اگر وہ پھر بھی نہ سمجھے تو ہم اپنے گھروں بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگادیں گے۔'' کبوتری نے پختہ ارادے سے کہا اور اُن سب نے شیر، چیتے، بھالو، زرافے اور ہاتھی کو بھی آگاہ کردیا۔

اگلی صبح پانچ لوگ اپنے ساتھ بڑی بڑی مشینیں لے کر آگئے۔

''یہ سب تو ابھی تک یہیں پر ہیں، حالاں کہ میں نے انھیں جنگل خالی کرنے کا کہا تھا۔''

توتے نے اپنے مالک سے کہا۔

''لگتا ہے ان سب کو جینے سے زیادہ مرنے کا شوق ہے۔'' توتے کے مالک نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کائیں...... کائیں...... کائیں......'' اس کی بات سُن کر سارے کوّے زور زور سے ہنسنے لگے۔

لیکن! یہ کیا؟ کبوتری اور اُس کے پڑوسی پرندوں کے چہروں پر کوئی پریشانی نہیں تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

کبوتری مسکراتے ہوئے کہنے لگی: ''ہم نہ مریں گے اور نہ یہاں سے جائیں گے۔''

''ہمیں انسانوں سے بات کرنی ہے، پھر فیصلہ ہوگا۔'' مینا نے توتے سے کہا۔

''مالک! یہ سب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔'' توتے نے اپنے مالک سے کہا تو وہ بولا:

''تم ان سے ان کی زبان میں پوچھو، کیا بات ہے۔''

''ٹیں ٹیں ٹیں...... میرا مالک پوچھ رہا ہے، کیا بات کرنی ہے۔ مجھے بتاؤ، میں انھیں بتا سکتا ہوں۔''

ننھی چڑیا نے فوراً کہا: ''کیسے بے وقوف ہیں یہ اِنسان! درخت کاٹ کر ہمیں تو بے گھر کریں گے ہی، ساتھ ہی اپنا نقصان بھی کریں گے۔''

''اپنا نقصان کیسے؟'' توتے نے نخوت سے ناک چڑاتے ہوئے پوچھا۔

''یہ ہرے بھرے درخت ہی انسان کو سانس لینے میں مدد دیتے ہیں۔''

''اوہ، اچھا تو یہ بات ہے۔'' توتے نے پریشانی سے کہا، جو پرندوں کی زبان سمجھ اور بول سکتا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ انسانوں کی زبان بھی سمجھ اور بول سکتا تھا۔ اس نے اپنے مالک کو پرندوں کی بات سمجھائی۔

''صرف یہی نہیں، بل کہ انسان درختوں کی چھاؤں میں بیٹھتے ہیں اور گرمیوں کی شدید دھوپ میں یہاں آرام بھی کرتے ہیں۔ انھی درختوں کا پھل کھاتے ہیں اور یہی درخت ماحول کو خوش گوار بناتے ہیں۔'' کبوتر نے کہا تو توتے نے اپنے مالک کو بتایا، مگر اُس پر پھر بھی اثر نہ ہوا۔ اس نے پرندوں کو اُڑنے کا اشارہ کیا اور ٹرکوں سے اپنی مشینیں نکالنے لگے۔ توتے نے بھی افسوس سے پہلے اپنے ظالم مالک کو دیکھا، پھر اُن معصوم پرندوں کو۔

''تم نے کیا سمجھا تھا کہ ہم اکیلے ہیں، کمزور ہیں تو ہم پر ظلم کرو گے اور ہمارے گھروں پر قبضہ کرو گے۔ یہ دیکھو، ہمارے دوست یہاں موجود ہیں، یہ ہمیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑتے۔'' فاختہ نے جیسے ہی کہا جنگل کے چاروں طرف سے عقاب اور باز نکل آئے اور اِنسانوں کے گرد اُڑنے لگے۔

''کمزور کیا دیکھے کہ حملہ کردیا، اب ہم تمھیں بتائیں گے کہ طاقت کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ سردار عقاب کی آواز بھاری ہوچکی تھی اور وہ بہت غصے میں آچکا تھا۔

''یہ چند عقاب ہمارا کیا بگاڑ لیں گے۔'' انھوں نے تمسخر سے کہا۔

بقیہ صفحہ نمبر 36 پر

سامنے بٹھا کر بات کی

ام ایمان۔کراچی

وہ چھوٹے بھی تھے اور اِکلوتے بھی۔ان کے والد جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ والد سے محبت کے باعث وہ بار باراُن کے چہرے پر موجود چادر ہٹا ہٹا کر اُن کا دیدار رہے تھے۔ساتھ آنسو بھی بہہ رہے تھے۔ یہ تھے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد، حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ جو بیعت کبریٰ کے موقع پر موجود تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، جو اگر چہ اِیمان نہیں لائے تھے،لیکن شروع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ اور مددگار تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر اِعتماد کرتے تھے۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایمان لے آئے تھے،لیکن ابھی اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھے۔

بیت عقبہ کبریٰ کے موقع پر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرتے ہوئے انصاری گروہ (اہل خزرج) سے کہا:

''اے خزرج کے لوگو!تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہے تو سن لو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے قبیلے اور رِشتے داروں کے درمیان بڑی مضبوط حیثیت کے مالک ہیں۔ ہم میں سے وہ جنھوں نے ان کا دین قبول کرلیا ہے اور وہ جنھوں نے قبول نہیں کیا ہے، سب ان کی حفاظت اور حمایت کررہے ہیں، مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب کو چھوڑ کر تمھارے پاس آنا چاہتے ہیں۔اب تم سوچ لو کہ تم میں اتنی طاقت اور حوصلہ ہے کہ سارے عرب کی مخالفت مول لے سکو، کیوں کہ تمام عرب متحد ہو کر تم پر یلغار کریں گے، لہٰذا آپس میں مشورہ کر کے کوئی متفقہ فیصلہ کرو، کیوں کہ سب سے اچھی بات، سچی بات ہے۔

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''ذرا بتاؤ کہ تم اپنے دشمن سے کس طرح نبرد آزما ہوتے ہو؟''

اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بولے:

''واللہ اے عباس! ہم لڑنے مرنے والے لوگ ہیں۔ جنگ ہماری گھٹی میں ہے۔ ہم اس کے ماہر ہو چکے ہیں، کیوں کہ یہ ہمیں اپنے باپ دادا سے ورثے میں ملی ہے۔ ہم پہلے تیر اندازی کرتے ہیں، یہاں تک کہ ہمارے تیر ختم ہو جائیں، پھر ہم نیزوں سے دشمن پر پل پڑتے ہیں، یہاں تک کہ نیزے بھی ٹوٹ جائیں، پھر ہم تلواریں کھینچ لیتے ہیں اور دشمن سے دوبدو مقابلہ کرتے ہیں، یہاں تک کہ ایک نہ ایک فریق ختم ہو جاتا ہے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جو اپنے اکلوتے بیٹے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے نام کی کنیت رکھتے ہوئے ابوجابر کہلاتے تھے، نے زندگی بھر اپنے عہد کا پاس کیا۔ کافروں سے جنگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے۔ جنگ احد میں شیر کی طرح مشرکوں پر جھپٹے اور دُور دُور تک ان کی صفوں کو دَرہم برہم کر ڈالا۔مشرکوں نے انھیں تاکا اور اُن پر حملہ کر کے انھیں شہید کر دیا۔شقی القلب مشرکین نے ان کی لاش کا مثلہ کیا، ان کے ناک، کان کاٹ ڈالے۔

لڑائی ختم ہوئی تو مسلمانوں نے ان پر ایک چادر ڈال دی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کے چہرے سے چادر ہٹا ہٹا کر دیکھتے

اور روتے، ان کی بہن کا رونا بھی نہ تھمتا۔
اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''تم لوگ رؤو یا چپ رہو، جب تک تم لوگ میت کو نہیں اٹھاتے فرشتے برابر اُس پر اپنے پروں کا سایہ کیے ہوئے ہیں۔
پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو پریشان دیکھا تو اُن سے فرمانے لگے:
''اے جابر! ادھر میرے پاس آؤ، میں تمھیں ایک بات بتاؤں، اللہ تعالیٰ نے جس سے بھی بات کی پردے میں کی، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمھارے والد کو سامنے بٹھا کر بات چیت کی۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا:
''اے میرے بندے! مجھ سے مانگ، تجھے عطا کروں۔''
اس پر تمھارے والد نے عرض کیا:
''مالک! عرض یہ ہے کہ مجھے دنیا میں واپس بھیج دے، تاکہ میں تیری خاطر دُوسری مرتبہ قتل کیا جاؤں۔''
اس پر اللہ تعالیٰ نے عبداللہ سے کہا:
''یہ تو میرا فیصلہ ہو چکا کہ جو لوگ یہاں آ گئے وہ واپس دنیا میں نہیں جا سکتے۔'' یہ سن کر عبداللہ کہنے لگے:
''میرے پروردگار! پھر میرے پیچھے دنیا میں جو میرے ساتھی ہیں، انھیں میرے بارے (میری جنت کی خوش حال زندگی کے بارے) میں آگاہ کر دیجیے۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:
''جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کر دیے گئے ان کے بارے میں مت خیال کرو کہ وہ مردہ ہیں، بل کہ وہ زندہ ہیں۔ اپنے رب کے ہاں انھیں رزق دیا جاتا ہے۔

(سورۂ آلِ عمران: ۱۶۹)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے کس قدر خوشی کی بات تھی کہ انھیں ان کے والد کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یہ سب بات بتائی اور اُن کے والد کی خوش نصیبی کا تو کیا ہی کہنا!

ذوقِ معلومات (۱۰۹) کا درست جواب

☆ علامہ شبلی نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تعلیمی کھیل ۱۶ کے درست جوابات

١. علی نے جنگل میں مور دیکھا۔
٢. اسد اور داود فُٹ بال کھیل رہے تھے۔
٣. گزشتہ ماہ میری کہانی ماہ نامہ ذوق وشوق میں شائع ہوئی۔
٤. خاور نے ڈاکیے کو لفافہ دیا۔
٥. چیتا بہت پھرتیلا جانور ہے۔
٦. قندھار کے انار بہت خوش ذائقہ ہوتے ہیں۔
٧. پہاڑ اور گلہری علامہ اقبال کی مشہور نظم ہے۔
٨. کل مری میں ژالہ باری ہوئی۔
٩. زرافے کی گردن تمام جانوروں میں سب سے لمبی ہوتی ہے۔
١٠. دروازے کو آہستہ سے کھولنا اور بند کرنا چاہیے۔

بقیہ: پرندوں کے آشیانے

یہ سنتے ہی عقابوں نے ان کی آنکھوں اور ہاتھوں پر چونچیں مارنا شروع کر دیں۔ ابھی وہ اس حملے سے سنبھلے بھی نہ تھے کہ شیر، چیتا، ہاتھی نے حملہ کر دیا۔ اب وہ بُری طرح زخمی ہو چکے تھے اور اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ رہے تھے۔ انھوں نے اپنی جان بچاتے ہوئے کہا:

''ہم تو بس ایسے ہی مذاق کر رہے تھے۔ یہ یہیں رہیں، گھر اِن کے ہیں، درخت ان کے ہیں، ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں، بس ہمیں یہاں سے زندہ جانے دو۔'' انھوں نے بھاگتے ہوئے منت کی۔ جیسے تیسے وہ اپنے ٹرکوں میں بیٹھ کر جنگل کی حدود سے نکلے اور پھر لوٹ کر نہیں آئے۔

انسانوں کی طرف سے پہنچنے والی مصیبت کو دُور کرنے پر تمام پرندوں نے عقابوں اور بڑے جانوروں کا شکریہ ادا کیا اور اَگلے ہی دن جنگل بچانے پر اُن کی شان دار دَعوت کی۔

آپ نے ہم آواز اور ہم معنیٰ الفاظ کے بارے میں تو پڑھا ہوگا، لیکن آج ہم آپ کو بتاتے ہیں بعض ایسے الفاظ کے بارے میں جو لکھنے اور بولنے میں ایک جیسے ہوتے ہیں، لیکن علاحدہ علاحدہ معنی رکھتے ہیں۔

ایسے الفاظ کو ذُو معنیٰ الفاظ بھی کہا جاتا ہے (جن کے معنیٰ مختلف ہیں اور اِملا ایک ہے)۔ اردو زبان کی خوب صورتی ہے کہ اس میں ایسے ذو معنیٰ الفاظ بہت سارے ہیں، جن کا ایک معنیٰ مذکر اور دُوسرا معنیٰ مونث بھی ہوسکتا ہے۔

آیئے، ہم آپ کو کچھ خالی جگہوں کی مدد سے ایسے الفاظ سے روشناس کرواتے ہیں۔

آپ ان خالی جگہوں کو پُر کیجیے اور ہمیں بھیج دیجیے۔ کوپن ساتھ بھیجنا نہ بھولیے گا۔ کوپن بھیجنے کی آخری تاریخ ۳۱ مئی ہے۔

۱ جیتنے والی ٹیم نے.................. پہنے تو مخالف ٹیم اپنی.................. کا غم بھول کر اُنھیں مبارک باد دینے لگی۔

۲ تم.................. نہ کرو، اس کی.................. بہت بلند ہے۔

۳ آج کل.................. پہن کر سکون سے.................. کہاں نصیب ہوتا ہے۔

۴ کئی.................. کہا ہے کہ مجھ پر اِتنا.................. نہ ڈالو، جو میں اُٹھا نہ سکوں۔

۵ کوئلے کی.................. میں اتنا شور تھا کہ.................. پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

۶ سورج.................. میں غروب ہوتا ہے اور اِس کے ساتھ ہی.................. کی نماز کا وقت بھی ہو جاتا ہے۔

۷ اس گاڑی کی مرمت میں درکار.................. پرزے میں ان شاء اللہ.................. لے آؤں گا۔

پھر کیا ہوا؟ ۱۸

ذائقہ ہاؤس

نذیر انبالوی۔ لاہور

جب بچوں کو یہ معلوم ہوا کہ وہ کھانا کھانے کے لیے "ذائقہ ہاؤس" جائیں گے تو اُن کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ آپس میں باتیں کررہے کہ وہ کون کون سا کھانا کھائیں گے۔ ہفتے کی شام جب وہ ذائقہ ہاؤس پہنچے تو وہاں خاصا رش تھا۔ جب انھیں دوسری منزل میں جگہ ملی تو ایک بیرا تیزی سے ان کی طرف بڑھا۔ اس نے آتے ہی نہایت ادب سے ایک کتابچہ میز پر رکھا۔ ابا جان نے کتابچہ کھول کر بچوں کو مخاطب کیا:

"بھئی، کیا کیا منگواؤں؟"

حارث، حمزہ اور حمنہ نے آپس میں مشورہ کیا۔ چند منٹوں ہی میں فیصلہ ہوگیا کہ انھوں نے کیا کھانا ہے۔ دادی جان نے تو اپنے لیے بریانی ہی منگوائی۔ دادی جان ہوٹل کی ایک ایک چیز کو بغور دیکھ رہی تھیں۔ انھوں نے بچوں کو دیکھتے ہوئے کہا:

"پہلے یہ ایک چھوٹا سا ہوٹل تھا، بس گنتی کے کچھ کھانے دست یاب ہوتے تھے، اس ہوٹل کی کہانی بھی بہت دل چسپ ہے۔"

"تو پھر سنائیے وہ کہانی۔" حارث فوراً بولا۔

"یہ کہانی نہیں، کھانے کی جگہ ہے، دعا پڑھ کر اور مزے لے لے کر مزے دار کھانے کھاؤ۔ جب گھر جائیں گے تو اِس ہوٹل کی کہانی سناؤں گی۔" دادی جان بولیں۔

تھوڑی دیر میں گرما گرم کھانا آ گیا۔ سب نے کھانا کھایا۔ کھانا بہت مزے دار تھا۔ دادی جان نے دھیمی آواز میں کھانے کے بعد کی دعا پڑھی۔

دادی جان نے دعا پڑھی تو بچے بھی ان کی تقلید کرنے لگے۔ سب بہت خوش تھے۔

جب وہ گھر پہنچے تو رَات کے دس بج رہے تھے۔ صبح اسکول کی چھٹی تھی، اس لیے بچے دادی جان کے ساتھ ان کے کمرے میں چلے گئے۔ انھوں نے ذائقہ ہاؤس کا مزے دار کھانا تو کھا لیا تھا، اب وہ اس ہوٹل کی کہانی سننے کے لیے بےچین تھے۔ سب دادی کے گرد جمع تھے۔ دادی جان نے انھیں محبت بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے کہا:

"تو آج کی کہانی ذائقہ ہاؤس کے بارے میں ہے، یہ کہانی مجھے امی جان نے سنائی تھی۔ اس کا مالک، جس نے اس کام کا آغاز کیا تھا، اس کا نام نعمان تھا۔ وہ گاؤں سے تعلیم حاصل کرنے شہر آیا تھا۔ گاؤں میں ان کی تھوری سی زمین تھی، جس سے بہت مشکل سے گزر بسر ہو رہا تھا۔

نعمان کے والد محمد احمد کی خواہش تھی کہ ان کا اکلوتا بیٹا شہر جا کر

تعلیم حاصل کرے۔ محمد احمد کا چھوٹا بھائی احسن شہر میں ایک کارخانے میں ملازم تھا۔ محمد اَحمد نے اپنے بیٹے کو اُس کے پاس بھیج دیا۔ احسن نے اپنے بھتیجے کو قریبی سرکاری اسکول میں داخل کروادیا۔ نعمان وہاں دل لگا کر پڑھنے لگا اور کام یابی حاصل کرتے ہوئے جماعت ششم تک پہنچ گیا۔ نعمان کا ایک ہم جماعت بلال اسکول کے بعد بازار میں آلو چھولے بیچتا تھا۔ اس کی امی جان آلو چھولے اُبال دیتی تھیں اور بلال بازار جا کر بیچ آتا تھا۔ نعمان بھی ایک دو مرتبہ اس کے ساتھ بازار گیا تھا، پھر ایک دن ایسا ہوا کہ......'' دادی جان چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئیں تو حمنہ بولی:

''پھر کیا ہوا دادی جان!؟''

''اس دن نعمان بازار میں بلال کے ساتھ موجود تھا کہ اس کے چچا وہاں آ گئے۔ نعمان، چچا جان کو دیکھ کر گھبرا سا گیا۔

''تم یہاں کیا کر رہے ہو؟'' چچا جان نے اسے گھورا۔

''وہ میں......وہ بلال کے ساتھ آیا تھا، یہ ہر روز یہاں آ کر آلو چھولے بیچتا ہے۔''

''اور تم بھی اس کے ساتھ ہوتے ہو؟''

''جی نہیں، میں تو کبھی کبھار یہاں آتا ہوں، اس کی مدد کر دیتا ہوں۔'' نعمان بولا۔

''تم میرے ساتھ گھر چلو، تم شہر پڑھنے کے لیے آئے ہو، آلو چھولے بیچنے کے لیے نہیں، چلو میرے ساتھ۔'' چچا جان غصیلے انداز میں بولے۔

نعمان گھر آ گیا۔ چچا جان بہت غصے میں تھے۔ وہ اسی وقت نعمان کو لے کر گاؤں روانہ ہو گئے......''

حارث بیچ میں بولا:

''نعمان کے چچا جان اسے گاؤں کیوں لے کر گئے تھے؟''

''نعمان کے چچا نے گاؤں جا کر اپنے بڑے بھائی سے کہا کہ وہ نعمان کی ذمے داری قبول نہیں کر سکتے۔ یہ پڑھائی سے زیادہ اپنے دوست کے ساتھ مل کر آلو چھولے بیچنے میں دل چسپی لے رہا ہے۔ ساری بات سن کر نعمان کے ابو بولے:

''کیا یہ سب سچ ہے؟''

''جی، چچا جان نے جو بتایا ہے وہ سچ ہے، لیکن میں پڑھائی پر بھی توجہ دے رہا ہوں، میرے ہر اِمتحان میں بہت اچھے نمبر آ رہے ہیں۔ بلال اکیلا ہوتا ہے، اس کے مالی حالات ٹھیک نہیں ہیں، میں تو کبھی کبھار جب فارغ ہوتا ہوں تو اُس کے پاس بازار چلا جاتا ہوں،

میں تھوڑی دیر ہی وہاں ٹھہرتا ہوں۔‘‘نعمان نے صفائی پیش کی۔

’’میں تمھیں بلال کی مدد کرنے سے منع نہیں کروں گا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ کہیں تم اپنی پڑھائی سے غافل نہ ہو جانا۔‘‘ نعمان کے ابو جان نے اسے سمجھایا۔

’’ابو جان! میں اپنی پڑھائی سے غافل نہیں ہوں، میری پہلی ترجیح میری پڑھائی ہی ہے۔‘‘نعمان کی بات سن کر اُس کے ابو جان اور چچا جان مطمئن ہو گئے تھے۔‘‘

دادی جان نے یہاں تک کہانی سنا کر بچوں کو دیکھا، سبھی نہایت دل چسپی سے کہانی سن رہے تھے۔

’’پھر کیا ہوا دادی جان!؟‘‘حمزہ نے پوچھا۔

’’پھر نعمان جب بھی بازار جاتا، چچا جان کو بتا کر جاتا۔ جب وہ جماعت ہشتم میں آئے تو بلال نے ایک چھوٹا سا ٹھیلا لے لیا۔ اب اس کا کام پہلے کے مقابلے میں زیادہ ہو گیا تھا۔ چھٹی والے دن بازار میں زیادہ بھیڑ ہوتی تھی، اس دن بلال کی زیادہ بکری ہوتی تھی۔

اس دن نعمان کو حیرت کا جھٹکا جب بلال نے پانچ روپے کا نوٹ اس کی طرف بڑھایا۔

’’بلال! یہ کیا ہے؟‘‘نعمان کچھ سمجھ نہ پایا تھا۔

’’یہ پانچ روپے کا نوٹ ہے۔‘‘

’’یہ تو مجھے بھی معلوم ہے، مگر یہ تم مجھے کیوں دے رہے ہو؟‘‘ نعمان کی بات سن کر بلال بولا:

’’تم میری مدد کرتے ہو، یہاں آتے ہو، اس لیے میں یہ پانچ روپے تمھیں دے رہا ہوں۔‘‘

’’اچھا تو یہ معاملہ ہے، میں ایک دوست کی حیثیت سے تمھاری مدد کرتا ہوں، میں اس کی اجرت نہیں لوں گا، اپنے پانچ روپے اپنے پاس رکھو۔‘‘نعمان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ بلال سے ناراض ہو گیا ہے۔

’’اچھا، اب اپنا موڈ ٹھیک کر لو، میں پانچ روپے واپس رکھ رہا ہوں۔‘‘

’’تم مجھے پیسے مت دو، صرف اتنا کرو کہ مجھے یہ کام سکھا دو، میں اب اپنے والد صاحب پر بوجھ نہیں بننا چاہتا۔‘‘نعمان اپنے دل کی بات زبان پر لے آیا۔

’’ہاں، ہاں کیوں نہیں، کل گھر آ جانا، سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔‘‘ بلال بولا۔‘‘

دادی جان چند لمحوں کے لیے خاموش ہوئیں تو حارث نے پوچھا:

’’پھر کیا ہوا!؟‘‘

’’دوسرے دن نعمان اپنے دوست کے ہاں چلا گیا۔ بلال نے اس کے سامنے اپنی امی جان کی مدد سے آلو اور چھولے اُبالے، آلو نہایت نفاست سے کاٹے، مسالا تیار کیا۔ نعمان ہر چیز توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

’’یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، یہ میں کر لوں گا۔‘‘نعمان بولا۔

مشکل تو اُس وقت ہوئی جب نعمان نے اس حوالے سے اپنے چچا سے بات کی۔ وہ حیرت سے اسے تکنے لگا۔

’’اب تم آلو چھولے بیچو گے، نہیں یہ نہیں ہوگا، میں تمھیں گاؤں بھیج دوں گا۔‘‘ چچا جان نے نعمان کو گھورتے ہوئے کہا۔

’’میں ابو جان پر بوجھ نہیں بننا چاہتا، میں یہ کام کرتے ہوئے پڑھائی پر بھی توجہ دوں گا۔‘‘نعمان نے اتنا ہی کہا تھا کہ چچا جان غصے میں آ گئے:

’’بہت ہو گئی، اب میں تمھیں مزید برداشت نہیں کر سکتا، میں تمھیں ابھی اور اِسی وقت گاؤں چھوڑ کر آؤں گا۔‘‘

دادی جان نے یہاں تک کہانی سنا کر بچوں کی طرف دیکھا۔ سب توجہ سے کہانی سن رہے تھے۔

’’پھر کیا ہوا دادی جان!؟‘‘ حمنہ بولی۔

’’ہونا کیا تھا، نعمان گاؤں جا کر رویا پیٹا، لیکن کوئی اس کی بات سننے کے لیے تیار نہ تھا۔ اس موقع پر بلال اپنی امی جان کے ساتھ گاؤں آ گیا۔ ان کی اچانک آمد پر نعمان کے ساتھ ساتھ اس کے گھر والے بھی پریشان ہو گئے۔ بلال کی والدہ نے نعمان کی امی جان سے بات کی۔ انھوں نے نعمان کی تعریف کی۔ نعمان کے والدین

کسی صورت اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ان کا بیٹا آلو چھولے بیچے گا۔ اگلے دن بلال اپنی امی جان کے ساتھ واپس شہر چلا گیا۔

پھر نعمان نے گاؤں کے اسکول میں داخلہ لے لیا۔ وہ ہر لمحہ بلال کو یاد کرتا۔ وقت گزرتا گیا۔ نعمان اور بلال نے دسویں کا امتحان پاس کرلیا۔ گاؤں سے دس میل کے فاصلے پر کالج تھا۔ نعمان نے وہاں داخلہ لے لیا۔ بلال نے ٹھیلے سے دکان بنالی۔ اب اس نے دو ملازم بھی رکھ لیے تھے۔ اس کا کاروبار خوب چل نکلا تھا۔ اب آلو چھولے کے ساتھ ساتھ اس کی دکان میں پھلوں کی چاٹ اور دہی بڑے بھی دست یاب ہوتے تھے۔ نعمان جب بھی شہر جاتا بلال سے ضرور ملتا۔ وہ اسے ترقی کرتا دیکھ کر خوش ہوتا۔ بارھویں جماعت کرنے کے بعد نعمان نے اپنا کاروبار کرنے کی اجازت چاہی تو اُس کے ابو بولے:

''کیا کاروبار کروگے؟''

''جو میرا دوست بلال کر رہا ہے، میں آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔'' نعمان نے پُرعزم انداز میں کہا۔

نعمان کے امی ابو نے باہم مشورہ کیا اور نعمان کو کاروبار کرنے کی اجازت دے دی۔ اس کے مخلص دوست بلال نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ جب نیت صاف ہو اور محنت کا دامن تھام لیا جائے تو ہر مشکل آسان ہوجاتی ہے۔

نعمان نے کچھ عرصے تو بلال کے ساتھ گزارا، پھر اُس نے موتی بازار میں اپنا کاروبار شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے نعمان آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ایک بورڈ پر ''ذائقہ ہاؤس'' لکھوا رکھا تھا۔ یہ نام لوگوں کے دلوں میں گھر کرتا چلا گیا۔ ایک دکان سے شروع ہونے والا یہ کاروبار تین سال میں تین دکانوں تک پھیل گیا۔ ملازمین کی تعداد دَس ہوگئی۔ آلو چھولے سے شروع ہونے والا کاروبار اَب ایک چھوٹے سے ہوٹل کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ذائقہ ہاؤس کا ذائقہ سب کو بھا گیا تھا۔ لوگ دور دُور سے وہاں آتے تھے۔ جو ایک مرتبہ ذائقہ ہاؤس آتا لازماً دوبارہ آتا۔ جب کاروبار مزید بڑھا تو نعمان نے شہر سے تھوڑے فاصلے پر ایک کنال کی جگہ لے لی۔

یہاں بھی ذائقہ ہاؤس کو پسندیدگی کی سند ملی۔ پہلے پہل تو متوسط طبقے کے لوگ ہی ذائقہ ہاؤس آتے تھے، مگر اَب تو اُمیر طبقہ بھی اس طرف مائل ہوگیا تھا۔

کچھ عرصے ہی میں ذائقہ ہاؤس کی دوسری شاخ ایک پوش علاقے میں کھل گئی تھی۔ اب نعمان کی ترقی پر سب رشک کرتے تھے۔ اس دن نعمان بہت خوش تھا۔''

دادی کچھ دیر کے لیے خاموش ہوئیں تو حمزہ بولا:

''کس دن نعمان بہت خوش تھا؟''

''جس دن بلال نے ذائقہ ہاؤس کی ایک شاخ کا انتظام سنبھالا تھا۔ بلال اپنے کاروبار میں خوش تھا، مگر نعمان چاہتا تھا کہ اس کا مخلص دوست اس کا کاروباری شراکت دار بن جائے۔ ان کے درمیان با قاعدہ معاہدہ طے پایا۔ یہ شراکت داری ایک نسل سے دوسری نسل تک جاری ہے۔ اب نعمان اور بلال کے بیٹے ذائقہ ہاؤس کا انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ نعمان اور بلال اب دنیا میں نہیں ہیں، مگر اُن کا شروع کیا گیا کاروبار خوب پھل پھول رہا ہے۔ اب کئی شہروں میں ذائقہ ہاؤس کی شاخیں ہیں۔ لوگ جوق در جوق ذائقہ ہاؤس آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کھاتے ہیں۔

پیارے بچو! یاد رکھو، محنت، ایمان داری اور خلوص نیت سے شروع کیے جانے والے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شامل ہوتا ہے۔ یہ تھی ذائقہ ہاؤس کی ذائقے دار کہانی، اب اپنے اپنے کمروں میں جایئے، اللہ حافظ!

سلامت رہو، خوش رہو۔''

اور حارث، حمنہ اور حمزہ، دادی جان کی دعاؤں کے حصار میں اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ گئے۔

(یہ جاننے کے لیے پڑھیے، اگلے شمارے میں، ایک نئی کہانی، دادی جان کی زبانی)

سلام اور مصافحہ کے آداب

سعد علی چھیپا۔ کراچی

پیارے بچو! آپ ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے احکامات پہنچائے۔ ان میں سے ایک ''سلام'' کرنے کا طریقہ ہے۔ سلام کرنا پیارے نبی ﷺ کی سنت ہے۔ آپ ﷺ خود بھی سلام کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَفْشُوا السَّلَامَ بَیْنَکُمْ۔ (آپس میں سلام کو عام کرو۔) (مسند احمد: ۱۰۴۳۵)

سلام ایک دعا ہے۔ سلام کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ سلام کرنے سے آپس میں اُلفت اور محبت بڑھتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا ذریعہ ہے۔

پیارے بچو! جب ہم ایک دوسرے سے ملیں تو بات کرنے سے پہلے ایک دوسرے کو اِس طرح سلام کریں۔

سلام کرتے وقت: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (آپ پر سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہوں۔)

اگر کوئی ہمیں سلام کرے تو ہم اس طرح جواب دیں:

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ (اور آپ پر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کی برکتیں ہوں۔)

سلام کا جواب دینا واجب ہے، فوراً جواب دینا چاہیے، ورنہ جواب نہ دینے کا گناہ ہوگا۔ ذیل میں سلام سے متعلق کچھ آداب ذکر کیے جا رہے ہیں:

۱ سلام کرنا آنے والے کے ذمے ہے۔ آپ اپنی درس گاہ میں جائیں، دوستوں کے پاس جائیں یا گھر میں داخل ہوں تو سلام کریں، لیکن جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھی سلام کر سکتے ہیں اور جو بھی پہلے سلام کرے گا اسے زیادہ ثواب ملے گا۔

۲ جہاں بھی جائیں، پہلے سلام کریں، پھر کوئی بات کریں۔

۳ چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ بڑوں کو سلام کریں۔

۴ اگر بہت سے لوگ ملنے کے لیے آئیں تو اُن میں سے ایک کا سلام کرنا اور موجود لوگوں میں سے ایک کا جواب دینا کافی ہے، لیکن اگر ہر ایک سلام کرے اور ہر ایک جواب دے تو یہ زیادہ اچھی بات ہے۔

۵ سلام اتنی آواز سے کرنا چاہیے کہ جسے سلام کیا گیا ہے وہ سن لے۔

۶ سلام کا جواب بھی اتنی اونچی آواز سے دینا چاہیے کہ جس نے سلام کیا ہے وہ سن لے۔

۷ اگر ہاتھ کے اشارے سے سلام کریں یا جواب دیں تو یہ سلام اور جواب زبان سے بھی کہنے چاہییں۔

۸ کسی کو سلام بھجوانا مستحب ہے اور اُس کا جواب دینا واجب ہے۔ اس سلام کا جواب ان الفاظ میں دینا چاہیے: عَلَیْكَ وَعَلَیْهِ السَّلَام۔

پیارے بچو! سلام کے ساتھ مصافحہ بھی کرنا چاہیے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتے تو مصافحہ کرتے تھے۔

ہمارے پیارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''مصافحہ کیا کرو، اس سے تمھارے دلوں سے بغض اور کینہ نکل جائے گا۔ (السنن الترمذی۔ ۲/۱۰۲)

۱ مصافحہ ایک ہتھیلی کو دُوسری ہتھیلی سے ملانے کو کہتے ہیں، لیکن یہ ہاتھ ملانا زیادہ سختی سے نہیں ہونا چاہیے۔

۲ مصافحہ سلام کی تکمیل ہے، اس لیے مصافحہ سلام کے ساتھ کرنا چاہیے۔

۳ ہمارے پیارے نبی ﷺ جب مصافحہ کرتے تو جب تک دوسرا شخص ہاتھ نہ چھوڑتا اس وقت تک خود ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے۔

۴ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔

پھل یہ خاص ہے گرما کا
خوب رسیلا اور میٹھا

ہے بھرپور یہ لذت سے
کھاتے ہیں سب رغبت سے

گرمی دور بھگاتا ہے
راحت یہ پہنچاتا ہے

اس میں ''کے'' ہے وٹامن
صحت کا جو ہے ضامن

کھولے دل کی شریانیں
بچتی لاکھوں ہیں جانیں

شربت اس کا لاثانی
دنیا جس کی دیوانی

سرچشمہ ہے طاقت کا
باعث دل کی راحت کا

خون بڑھائیں آلوچے
آؤ کھائیں آلوچے
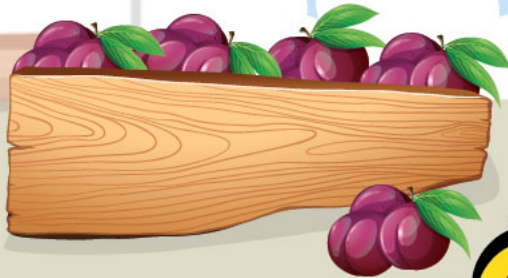
☆ استاد: ''سب سے تیز چیز کیا ہوتی ہے؟''
طالب علم: ''سر! بجلی کی روشنی!''
استاد: ''شاباش! اور پھر؟''
طالب علم: ''امی کی چپل!''

☆ بڑا بھائی: ''امتحان کی تیاری کرلی؟''
چھوٹا بھائی: ''جی، کتابیں نکال کر رکھ لی ہیں، اب بس پڑھنے والا بندہ چاہیے!''

(محمد خضر۔ کراچی)

☆ ایک دوست: ''بتاؤ، دنیا میں سب سے مشکل کام کیا ہے؟''
طالب علم: ''بغیر انٹرنیٹ کے موبائل پکڑ کر بیٹھنا!''

☆ باپ: ''بیٹا! یہ موبائل ہر وقت کیوں پکڑے رہتے ہو؟''
بیٹا: ''ابو! آپ نے ہی کہا تھا کہ اچھی چیز کو چھوڑنا نہیں چاہیے!''

(مریم بنت شجاعت علی۔ کراچی)

☆ گاہک: ''یہ سیب کہاں کے ہیں؟''
دکان دار: ''درخت کے ہیں!''

☆ ایک دوست (دوسرے سے):
''مکھی اور مچھر میں کیا فرق ہے؟''
دوسرا دوست: ''مکھی معاینہ کرتی ہے اور مچھر ٹیکا لگاتا ہے۔''

(عائش بنت حذیفہ۔ کراچی)

☆ ایک بچے نے کھیل کھیل میں فون اٹھا کر نمبر ملایا تو ایک جنرل اسٹور کا نمبر مل گیا۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ کچھ باتیں کر لی جائیں۔ بچے نے کہا:
''آپ کے پاس سوجی ہے؟''
دکان دار: ''جی ہاں۔''
بچہ: ''چینی اور گھی بھی یقیناً ہوگا؟''
دکان دار: ''جی ہاں۔''
دکان دار خوش تھا اور آرڈر کا منتظر تھا کہ دوسری طرف سے جواب آیا:
''تو پھر آپ حلوا کیوں نہیں پکا لیتے؟''

☆ ایک بے وقوف پرچہ دینے کے لیے جاتے ہوئے اپنے ساتھ ایک پلمبر کو بھی لے جا رہا تھا۔
کسی نے پوچھا: ''بھائی! امتحان میں پلمبر کا کیا کام!؟''
بے وقوف: ''مجھے معلوم ہوا ہے کہ پرچہ 'لیک' ہوگیا ہے۔''

(عائشہ بنت عارف۔ حیدرآباد)

☆ نہانے کا چور ایک بچہ ایک دن تولیا کندھے پر رکھے نہانے گیا۔ خوب صابن لگایا اور نہا دھو کر باہر نکلا تو اچانک صابن نے تولیا کندھے پر رکھا اور چل دیا۔ بچے نے حیرانی سے پوچھا:
''صابن میاں! کہاں چل دیے؟''
صابن نے کہا: ''میں اتنا گندہ ہوگیا ہوں کہ اب میں خود نہانے جا رہا ہوں۔''

☆ حامد (اپنے دوست محمود سے): ''یہ کیا ہے؟ تمھارے جائزے میں صفر نمبر ہیں؟''
محمود: ''نہیں، شاید اُستاد صاحب کے پاس ستارے (اسٹار) ختم ہو گئے تھے تو اُنھوں نے سیارہ دے دیا۔''

(نازیہ عمران۔ اسلام آباد)

ملکہ کا ہار

نمرہ خان۔ جھنگ

ہر طرف بہار کی آمد آمد تھی۔ ہر سُو ہریالی اور پھولوں کی دل کش خوش بُو نے پرستان کو بھی خوب مہکا رکھا تھا۔ اسی وجہ سے پرستان میں ہمیشہ کی طرح آج بھی بہار کی آمد پر جشن منایا جا رہا تھا، جس کا اندازہ پریوں کے چہرے پر موجود تیز چمک اور خوشی سے لگایا جا سکتا تھا۔ سب پریاں دیدہ زیب ملبوسات میں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔ سامنے ملکہ پری بڑے اور اُونچے تخت پر بیٹھی تھیں، اس کا خادم جن جھکا اس کے کان میں کوئی اہم بات کر رہا تھا۔ کچھ پریاں کھانا کھاتی ہنسی مذاق کر رہی تھیں اور کچھ کا دھیان صرف اسی بات پر تھا کہ خادم جن ملکہ کے کان میں کیا بات کر رہا ہے، پھر کادم جن کی بات سن کر ملکہ نے بھی ویسے ہی سرگوشی میں بات کی تو جواباً جن نے ایسے سر ہلایا جیسے ملکہ نے کوئی حکم دیا ہو اور پھر فوراً ہی ادب سے سلام کر کے واپس چلا گیا۔ یہ دیکھتے ہوئے کچھ پریاں آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگیں۔

ان میں سے ایک جو بلقیس پری تھی، وہ ٹکٹکی باندھے مسلسل جن اور ملکہ پری کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھی۔

وہ دراصل کافی جاسوس قسم کی شخصیت تھی اور اسی شخصیت کے سبب وہ بولی کہ مجھے کیوں لگتا ہے کہ اس جشن میں کسی کی گردن اڑائی جائے گی۔

تبھی موتیا پری بولی: ''اللہ کا خوف کرو۔ بے چاری نیک پری پر مجھے ویسے ہی رہ رہ کر ترس آ رہا ہے۔''

ساتھ کھڑی ریشم پری بھی نیک پری کی طرف داری میں بولی:

''اس نے تو آج تک ملکہ کی غیر موجودگی میں ان کے آئینے تک کو ہاتھ نہ لگایا۔ قیمتی ہار چوری کرنا تو دُور کی بات ہے۔''

وہ تینوں خاموش ہوگئیں اور کچھ سوچتے ہوئے ان تینوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اِشارہ کیا کہ کیوں نہ ہم اصل بات کی تفتیش کریں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تینوں وہاں سے غائب ہوگئیں۔ انھوں نے اپنی طرف سے ملکہ پری کا ہار ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی، لیکن انھیں نہ اصل چور ملا اور نہ ہار۔ آخر تھک ہار کر وہ واپس لوٹ آئیں۔

......☆......

دوسری طرف نیک پری پھولوں کی پتیوں میں موجود اپنے کمرے کے ایک کونے میں جائے نماز پر بیٹھی دونوں ہاتھ اٹھائے دعا کر رہی تھی کہ ''یا اللہ! اب آپ ہی کوئی راہ نکالیے اور مجھے بچا لیجیے۔ آپ کو تو پتا ہے، مجھے صرف ایک دن کا وقت ملا تھا خود کو بے گناہ ثابت کرنے کا، لیکن پھر بھی مجھے اصل چور کا نہیں پتا چلا۔ اگر میں بے گناہ ثابت نہ ہوئی تو مجھ سے میرے پر چھین لیے جائیں گے۔ یہی نہیں، مجھے پرستان سے بھی نکال دیا جائے گا۔'' وہ دل میں اٹھتے خدشوں کے سبب بولتے ہوئے آخر میں سجدے میں گر گئی۔

اصل میں ہوا کچھ یوں تھا کہ نیک پری اپنے نام کی طرح نیک تھی، لیکن پرسوں ملکہ پری نے نیک پری پر اِلزام لگا دیا تھا کہ اس نے ان کا قیمتی ہار چوری کیا ہے، کیوں کہ آخر دفعہ وہی ان کے کمرے میں گئی تھی۔ اس نے روتے دھوتے اپنی حمایت میں بہت کچھ کہا

تھا، لیکن کسی نے بھی اس کی بات پر یقین نہیں کیا تھا، جیسے کسی نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ اسی وجہ سے وہ سب کی نظروں میں چور ثابت ہوگئی تھی اور آج جشن کے دن اسے سزا سنائی جانی تھی۔ تبھی اس کی سہیلی سونو پری اڑتی ہوئی اس کے پاس آئی اور بولی:

''ملکہ پری نے تمھیں نیچے بلوایا ہے۔''

یہ بات سن کر اُس کے دل میں یہی خوف بھرا خیال آیا کہ کیا اب اسے سزا دی جائے گی۔

......☆......

وہ ڈرتے دل کے ساتھ ملکہ پری کے سامنے پہنچی۔ ملکہ پری نے ایک ایک نظر اُس پر ڈالی تو وہ نہ کیے جرم پر بھی نظریں جھکا گئی اور اُس وقت کو یاد کرنے لگی کہ اس واقعے سے پہلے ان کی نظروں میں اس کے لیے کتنی شفقت اور محبت ہوتی تھی۔ اور آج! یہ سوچ سوچ کر اُس کا دِل مزید شرمندہ ہوگیا۔

تبھی ملکہ کی گرج دار آواز پورے پرستان میں گونجی۔ سب جو آپس میں خوش گپیوں میں مصروف تھے، ملکہ کی آواز پر یک دم ہر سُو سکوت چھا گیا اور سب حیرت سے منہ کھولے ملکہ پری کو دیکھنے لگے، کیوں کہ آج سے پہلے انھوں نے ملکہ پری کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا۔

''نیک پری! اب بھی وقت ہے۔ اگر آپ اپنا جرم خود قبول کر لیں تو اچھا ہے، ورنہ آپ ہماری سزا سے واقف ہیں۔''

وہ ہمت جمع کر کے بول پڑی: ''ملکہ پری! جب میں نے یہ جرم کیا ہی نہیں ہے تو میں کیسے قبول کرلوں۔''

البتہ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

ملکہ مزید گھورتے ہوئے دھاڑی تو نیک پری کے ساتھ ساتھ سب کے دل ڈر گئے: ''ایک تو چوری، اوپر سے سینہ زوری۔''

''گستاخی معاف ملکہ پری! پَر ہمیں بھی یقین ہے کہ یہ چوری نیک پری نے نہیں کی۔''

وہاں جشن میں موجود ایک پری ہمت کر کے اس کی حمایت میں آخر بول ہی پڑی تو نیک پری نے تشکر بھری نگاہ اس پری پر ڈالی۔

''جی ملکہ پری! ہم سب جانتے ہیں، نیک پری اپنے نام کی طرح نیک ہے۔ اسے اتنی بڑی سزا مت دیں۔ ہوسکتا ہے، ہار کسی اور نے اٹھایا ہو۔''

پری بلقیس بھی اڑتے ہوئے قریب آئی اور بولی تو اُس کی دیکھا دیکھی سبھی میں ایک ہمت سی آئی اور سب نیک پری کی اچھائیاں بیان کرنے لگیں۔ اتنے میں خادم جن حاضر ہوا اور بلند آواز میں بولا:

اس نے ہاتھ میں موجود ہیرے اور قیمتی موتیوں سے سجا ہار لہرایا۔ سب اس قیمتی ہار کی طرف متوجہ ہوگئے۔

''ہمیں معلوم ہے، یہ قیمتی ہار نیک پری نے نہیں اٹھایا تھا۔ دراصل یہ ہماری ہی ایک ترکیب تھی کہ ہمارے جانے کے بعد کون ملکہ بننے کے لائق ہے اور اِسی وجہ سے ہم نے خود یہ ہار غائب کرایا کہ لاکھ کوشش کے بعد بھی نیک پری کو مل نہ سکے۔ اصل میں ہم یہ چاہتے تھے کہ ہم اپنے جانے کے بعد جسے ملکہ بنائیں اس پر آپ سب ویسے ہی بھروسا کریں جیسے آپ ہم پر کرتے ہیں۔ اور آج ہم اپنی چال میں کام یاب ہوگئے، نیک پری ہی وہ پری ہے جو ملکہ بننے کے لائق ہے، وہی ہے جس پر سب بھروسا کرسکتے ہیں اور اُس کی سب عزت بھی کرتے ہیں۔ تو کیسی لگی آپ سب کو ہماری ترکیب؟''

ملکہ پری نے سب کو دیکھ کر آخر میں ایک مسکراہٹ بھری نظر نیک پری پر ڈالتے ہوئے پوچھا، جس پر سب کے ساتھ ساتھ نیک پری کا بھی حیرت سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ اتنے میں ملکہ پری نے اپنا تاج اتار کر نیک پری کو پہنایا اور وہ قیمتی ہار اُس کے گلے میں ڈال دِیا، جس سے اس کی خوب صورتی میں مزید اِضافہ ہوگیا، پھر ملکہ پری ایک ستائشی نظر اُس پر ڈال کر اَدَباً کھڑی ہوگئی تو اُس کی دیکھا دیکھی باقی سب نے بھی اپنا رُخ نیک پری کی طرف کرلیا اور مؤدب کھڑی ہوگئیں۔ یہ اس بات کی گواہی تھی کہ ان سب نے اپنی نئی ملکہ کو قبول کرلیا ہے۔

نیک پری وہیں کھڑے کھڑے دل ہی دل میں اپنے رب کا شکر اَدا کرنے لگی۔

آج ہم ایک ایسا تجربہ کریں گے جو نہ صرف مزے دار ہوگا، بل کہ آپ کو چینی کی ایک چالاکی بھی دکھائے گا۔

چینی کی چالاکی

ڈاکٹر عاصم بھروچہ۔ کراچی

آپ کو کیا چاہیے؟

☆ ایک شفاف گلاس: جس میں سادہ پانی ہو، نہ گرم نہ ٹھنڈا۔
☆ چینی: تقریباً ۳ چمچ
☆ چینی حل کرنے کے لیے چمچہ

کرنا کیا ہے؟

۱ پانی میں چینی شامل کیجیے ایک چمچ، دو چمچ، تین چمچ...... لیکن ذرا رُکیے، یہاں سائنس شروع ہوتی ہے۔

۲ چمچ سے چینی کو ہلائیے اور دیکھیے کہ وہ پانی میں غائب ہوگئی، جیسے جیب سے عیدی غائب ہو چکی ہے۔

۳ اب اور چینی ڈالیے اور دیکھیے کہ کب تک وہ پانی میں چھپتی ہے۔ ایک وقت آئے گا جب چینی غائب ہونا بند کر دے گی اور نیچے بیٹھ جائے گی، جیسے کوئی ہار مان کر زمین پر بیٹھ جائے۔

ایسا کیوں ہوتا ہے؟

یہ چینی کی چالاکی ہے! پانی میں ایک وقت تک چینی گھلتی رہتی ہے، کیوں کہ پانی کے ذرات کے درمیان جگہ ہوتی ہے اور چینی ان کے درمیان چھپ جاتی ہے، لیکن جب پانی اپنی حد تک چینی لے چکا ہوتا ہے تو باقی چینی نیچے بیٹھ جاتی ہے۔

مزید تجربہ کرنا ہے؟

اگر اِس پانی کو گرم کر دیں تو حیرت انگیز طور پر اور زیادہ چینی پانی میں گھل جائے گی، یعنی گرمی میں چیزیں زیادہ مِل جاتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ گرمی کی وجہ سے پانی کے ذرات ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہیں تو چینی کے چھپنے کی جگہ بن جاتی ہے۔

نتیجہ

یہ تجربہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے، چاہے وہ پانی میں ڈالے جانے والی چینی ہو یا کچھ اور۔ حد سے زیادہ کچھ بھی نقصان دہ ہو سکتا ہے، لہٰذا ہمیشہ اعتدال میں رہیے اور مزے کیجیے۔

نئے لکھاری

مذاق مذاق میں

رابعہ کلیم ۔کراچی

سارا دِن کام کر کے تھک کر راحیل صاحب جب گھر آئے تو آمنہ بیگم نے انھیں اپنے چھوٹے بیٹے نعمان کی خوب شکایت لگائی۔ راحیل صاحب ایک انجینئر تھے اور بہت اچھی ملازمت بھی کرتے تھے۔ آمنہ بیگم کے چار بچے تھے، جن میں سب سے بڑی فاطمہ ہوئی، پھر دو جڑواں بچے راحم اور راحمہ اور آخر میں ان کا سب سے چھوٹا بیٹا نعمان۔ ویسے تو سارے بچے سلجھے ہوئے، بڑوں کا ادب کرنے والے اور بہت ہی تمیز دار تھے، مگر اُن میں سے بس نعمان کو بات بات پر سب کا مذاق اڑانے کی عادت تھی۔ اب آمنہ بیگم، راحیل صاحب کو یہی بتا رہی تھیں کہ نعمان وہاں آ گیا۔

''کیوں بھئی نعمان! یہ میں کیا سن رہا ہوں کہ آپ سب کا مذاق اڑاتے ہیں؟'' راحیل صاحب نے دریافت کیا تو نعمان انتہائی معصومیت سے کہا:

''میں تو بس ہنسی مذاق کرتا ہوں، سب خود ہی بُرا مان جاتے ہیں۔'' چوں کہ نعمان، راحیل صاحب کا لاڈلا تھا، اس لیے انھوں نے اس دفعہ پیار سے سمجھا کر بھیج دیا، مگر نعمان اس بات کو خاطر میں نہ لیا اور فاطمہ کو اپنے اسکول کی کسی تقریب کا کام کرتے دیکھ کر اُس کے پاس جا پہنچا۔

''آپی! آپ کیا کر رہی ہیں؟'' نعمان نے سوال کیا۔

''مصوری کر رہی ہوں۔'' جواب دے کر فاطمہ اپنے کام میں لگ گئی۔

''مصوری، مگر کیوں؟'' نومی نے پھر سوال پوچھا۔

میں اپنی جماعت میں سب سے اچھی مصوری کرتی ہوں تو میری استانی نے مجھے تقریب کے لیے اچھی سی مصوری بنا کر لانے کا کہا ہے۔''

فاطمہ نے ایک نظر اُسے دیکھا اور مسکرا کر بتایا اور کام میں لگ گئی۔

نعمان نے ہنس کر جواب دیا:

''اچھی سی کہا تھا نا! آپ تو کیڑے مکوڑے بنا رہی ہیں۔''

''اسے ''ایبسٹرکٹ آرٹ'' کہتے ہیں۔ اس میں آپ اپنی مرضی سے کچھ بھی بنا سکتے ہیں۔''

''ہاں ہاں، وہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ آپ نے کیڑے مکوڑے بنائے ہیں، لائیں میں بھی بنا دوں۔'' یہ بولتے ہی نعمان نے رنگ کی بوتل سے رنگ نکال کر فاطمہ کی مصوری پر گرا دیا۔

اس سے پہلے کہ فاطمہ کچھ کرتی یا کہتی وہ شرارت کر کے بھاگ گیا اور فاطمہ جو دو دِن سے محنت کر رہی تھی، اپنی برباد ہوتے دیکھ کر رونے لگی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

راحم اور راحمہ نے یہ سارا منظر دیکھ کر سوچا کہ نعمان کو اَب سبق سکھانا پڑے گا، کیوں کہ اس پر کسی کی بھی ڈانٹ کا اثر نہیں ہوتا۔

وہ دونوں ویسے ہی نعمان پر غصہ تھے، کیوں کہ شام کو ہی نعمان نے ان دونوں کے گھنگھریالے بالوں کا مذاق اڑایا تھا اور

اُنھیں الجھی ہوئی رسی سے تشبیہ دی تھی۔

راحم اور رَاحمہ، فاطمہ کے پاس گئے اور اُسے بھی اپنے منصوبے میں شامل کرلیا کہ اب نعمان کو سبق سکھانا ہے اور اُسے اس کی حرکتوں کا مزہ چکھانا ہے۔

اگلے دن چوں کہ سب بچوں کی چھٹی تھی، اس لیے سب گھر پر ہی تھے۔نعمان اٹھ کر سیدھا اپنے بھائی اور بہنوں کے پاس آیا، مگر پہلے تو اُن تینوں نے اس سے بات نہیں کی اور اَلگ جا کر بیٹھ گئے۔نعمان پھر اُن کے پاس گیا تو تینوں نے مل کر اُس کا مذاق اڑانا شروع کردیا۔

''آپی! آپ کو پتا ہے، نعمان کو کل اسکول میں استاد جی سے ڈانٹ پڑی تھی۔'' راحم نے مذاق اڑانے کے انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

''کیوں، ڈانٹ کیوں پڑی تھی؟'' فاطمہ نے پوچھا تو نعمان گھبرا گیا۔

''کیوں کہ اسے استاد جی نے جماعت میں ایک بچے کا مذاق اڑاتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور سزا کے طور پر نہ صرف ڈانٹا، بل کہ کمرۂ جماعت سے باہر بھی نکال دیا تھا۔

''ہاں نعمان سب کا مذاق اڑاتا ہے، بہت اچھا ہوا۔'' یہ کہہ کر راحمہ، فاطمہ اور رَاحم خوب ہنسے اور نعمان رونے لگا۔نعمان کے رونے کی آواز سُن کر رَاحیل صاحب وہاں آگئے اور فاطمہ سے باس پُرس کی۔سارا معاملہ سننے کے بعد رَاحیل صاحب نے نعمان کو چپ کروایا اور سب بچوں کو پیار سے سمجھایا۔

''دیکھو بچو! میں نعمان کے مذاق اڑانے کی عادت سے واقف ہوں اور یہ بالکل بھی اچھی بات نہیں ہے، مگر آج جو اَرحم نے کیا وہ بھی اچھا نہیں کیا اور نہ ہی ارحم کا ساتھ دے کر آپ دونوں نے اچھا کیا۔

کسی کا راز، راز رکھنا ایک اچھی بات ہے اور رَاز اَمانت ہوتے ہیں، پھر چاہے وہ انسان آپ کو کتنا ہی بُرا لگے، مگر رَاز فاش کرنا غلط بات اور خیانت ہے اور اللہ تعالیٰ کو ناپسند بھی ہے۔اگر آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے بننا چاہتے ہیں تو کسی کا رَاز فاش کرنا، کسی کا مذاق اڑانا، پھر چاہے اس کی شکل کا ہو، کام کا یا کسی اور چیز کا، یہ سب غلط بات ہے۔

ان حرکتوں سے دلوں میں نفرت اور دُوری پیدا ہوتی ہے اور پھر یہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑی لڑائیوں کو جنم دیتی ہیں، اس لیے آپ سب وعدہ کریں کہ آئندہ کسی کے رازوں کو فاش نہیں کریں گے، کسی کا مذاق نہیں اڑائیں گے اور محبت سے رہیں گے۔''

سب بچوں نے جواب دیا:

''ہم وعدہ کرتے ہیں'' اور کھیلنے چلے گئے۔

بے زبان مخلوق

خنساء محمد جاوید۔حیدرآباد

سعد ایک بہت اچھا بچہ تھا، وہ ہونہار طالب علم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ اور والدین کا فرماں بردار بھی تھا۔سعد کو کھیل، تقریر اور سیر کرنے کا بھی بے حد شوق تھا۔اسکول میں جب بھی مقابلے ہوتے وہ ہمیشہ آگے سے آگے ہوتا۔اس کے اساتذہ بھی اس کی بہت تعریف کرتے اور اُسے سراہتے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ سعد میں ایک بُری عادت بھی تھی، جس کی وجہ سے کچھ مخلوقات اس سے ناخوش تھیں۔وہ بُری عادت بے زبان جانوروں کو تنگ کرنے کی تھی۔وہ کبھی دودھ پیتی بلی کو تنگ کرتا تو کبھی کھانا لے جاتی چونٹیوں کا راستہ روک لیتا اور کبھی تو آب خورے میں بھرے ٹھنڈے پانی کو گرادیتا، جس سے چھوٹے معصوم پرندے ناراض ہوکر اُڑ جاتے۔

ایک دن سورج ماموں بادلوں کی اوٹ میں چھپے زمینی باشندوں کو دھوپ سے نواز رہے تھے۔اس دن گرمی بہت زیادہ تھی۔تمام چرند پرند اپنی اپنی خوراک کی تلاش میں لگے ہوئے تھے کہ بی مینا اڑتے اڑتے تھک گئی اور اُسے شدید پیاس ستانے لگی۔اس نے آس پاس کے مکانوں کی چھتوں پر دیکھا تو ایک چھت پر اُسے آب خورے میں ٹھنڈا اور تازہ پانی بھرا نظر آیا۔دھوپ کی تپش اور اُڑان کی تھکن سے چُور وہ اُڑتی ہوئی اس آب خورے پر آبیٹھی اور پانی پینے لگی۔ابھی پانی پیتے ہوئے اسے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ سعد پیچھے سے آیا اور

اُسے جھٹ سے ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ اس اچانک حادثے پر بی مینا پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔ سعد نے اسے کافی سختی سے پکڑا تھا، جس کی وجہ سے اسے اپنے پروں پر بوجھ سا محسوس ہو رہا تھا۔

''آخر کار میں نے مینا پکڑ لی، اب تو میں اسے ایک بڑے پنجرے میں قید کروں گا اور اپنے دوستوں کو دِکھاؤ گا۔'' سعد نے بی مینا کو دیکھتے ہوئے فخریہ لہجے میں کہا، جب کہ دوسری طرف بی مینا اس کی بات سن کر اُداس ہو گئی۔

''ایک کام کرتا ہوں، بھائی جان کو دیکھتا ہوں، انھیں بتاؤں گا کہ یہ مینا میں نے پکڑی ہے تو وہ کتنے خوش ہوں گے۔'' اچانک اس کے ذہن میں ایک خیال آیا اور وہ جلدی سے سیڑھیوں سے اتر کر اپنے ہاتھوں میں پکڑی مینا کو لے کر بھائی جان کے کمرے کی طرف چلا گیا۔

......☆......

اذلان، جو کسی کتاب کی ورق گردانی کرنے میں مصروف تھا، اپنے چھوٹے بھائی کے آتے ہی اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''بھائی جان یہ دیکھیں! میں نے کیا پکڑا ہے؟'' سعد نے ہاتھ میں پکڑی مینا کی طرف اشارہ کیا تو اَذلان نے غور سے دیکھا۔ بی مینا، سعد کے ہاتھوں میں پھڑ پھڑاتے ہوئے اُڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''یہ کیا حرکت ہے سعد!؟'' اذلان نہایت افسوس سے بولا اور آگے بڑھ کر اُس کے ہاتھوں سے بی مینا کو لے لیا۔

''کون سی حرکت بھائی جان!؟ میں نے کیا کیا ہے؟ صرف ایک مینا ہی تو پکڑی ہے۔''

''اسی غلط حرکت کی بات کر رہا ہوں میں۔ وہ معصوم بے زبان پرندہ ہے، پانی پینے کے لیے آئی اور تم نے اسے پکڑ لیا۔'' اذلان نے اسے تاسف سے دیکھتے ہوئے کہا اور بی مینا کو پیار سے سہلایا۔

بی مینا پھڑ پھڑاتے ہوئے اُڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسے صرف اپنی آزادی پیاری تھی۔ اس کے بچے بھوک سے اس کا انتظار نہ کر رہے ہوں، یہ سوچتے ہوئے بھی وہ بہت پریشان تھی۔

''بھیا! یہ مجھے بہت اچھی لگی، اس لیے میں نے اسے پکڑ لیا۔'' وہ کندھے اچکاتے ہوئے بولا تو اَذلان نے پیار سے اسے سمجھایا:

''سعد! اللہ تعالیٰ نے چرند پرند کو اُڑنے کے لیے بنایا ہے۔ وہ اپنی خوراک تلاش کرتے ہیں اور گھر بناتے ہیں۔ اگر ہم انھیں قید کر کے پنجرے میں بند کریں گے تو یہ اداس ہو جائیں گے اور مَر جائیں گے۔ استاد صاحب کہتے ہیں نا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا دِل نہیں دکھانا چاہیے۔ میں ہر روز دیکھتا ہوں کہ تم آب خورے میں رکھے پانی کو گرا دیتے ہوں، جو بے چارے پرندے گرمی کی شدت سے پانی پینے آتے ہیں تم انھیں تنگ کرتے ہو، انھیں پکڑنے کی کوشش کرتے ہو، کبھی دودھ پیتی بلی کو ستاتے ہو، یہ کیا ان بے زبان جانوروں کے ساتھ اچھا سلوک ہے؟''

''بھائی! اس میں غلط کیا ہے؟ میں تو اُن کے ساتھ صرف شرارت کرتا ہوں۔'' سعد نے منہ بناتے ہوئے جواب دیا تو اَذلان پھر بولا:

''سوچو، اگر تمھیں کوئی بند کر کے رکھے یا تمھیں بہت پیاس لگ رہی ہوں اور کوئی تمھیں پانی نہ دے تو تمھیں کیسا محسوس ہو گا؟''

''مجھے بہت غصہ آئے گا اور میرا دِل دکھے گا۔''

''اسی طرح اگر ہم پرندوں کو قید کریں گے اور اُنھیں پانی پیتے وقت تنگ کریں گے تو اُن کا بھی تو دل دکھے گا اور پھر یہ ہمارے لیے دعا بھی نہیں کریں گے۔''

''تو بھائی! اگر ہم جانوروں کے ساتھ بھلائی کریں گے تو وہ بھی ہمارے لیے دعا کریں گے۔'' سعد نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا تو اَذلان نے مینا، سعد کو پکڑاتے ہوئے کہا:

''بالکل! ہر زِندہ مخلوق کے ساتھ کوئی بھی نیکی اور بھلائی ہمارے لیے مغفرت کا ذریعہ بن سکتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ہمیں رحمتوں سے نوازتے ہیں۔ اب مجھے پتا ہے، میرا چھوٹا بھائی اس پیاری سی مینا کے ساتھ کیا کرے گا۔'' اس نے بی مینا کی طرف اشارہ کیا تو سعد فوراً کمرے کی کھڑکی کے پاس آیا اور اپنے دونوں ہاتھ کھول دیے۔

بی مینا خوشی خوشی اُڑتی ہوئی آسمان پر چلی گئی اور سعد اور اَذلان کو ڈھیروں دعائیں دینے لگی، جب کہ سعد باقی پرندوں کے

ساتھ ہی مینا کو اُڑتے دیکھ خوش ہو رہا تھا۔

آنکھوں کی چمک

امداد علی مینگل۔ کوئٹہ

ترازو کے پلڑے غیر متوازن حالت میں دکان کے سامنے لٹک رہے تھے۔ فیضان جو شہر سے گاؤں آیا ہوا تھا، وہ اس وقت دکان کے عین سامنے چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ بارش رکنے کے بعد وہ اس وقت اردگرد کے سادہ، مگر دل کش مناظر سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر ترازو پر ٹک کر رہ گئی۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا کہ دکان دار نعمان بھی ایسا کرسکتا ہے۔ اس کے ذہن میں عجیب و غریب وسوسے اور بدگمانیاں جنم لینے لگیں، حالاں کہ وہ نعمان کے متعلق جانتا تھا کہ وہ ہرگز ایسی بددیانتی نہیں کرسکتا۔ وہ انھیں سوچوں میں گم تھا کہ نعمان کی آواز پر چونک کر خیالوں کی دنیا سے باہر آیا۔

''دوست! کیا بات ہے؟ یہ تم کن خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟''

''مجھے کم از کم تم سے یہ امید نہیں تھی کہ تم بھی ایسی گھٹیا حرکت کرسکتے ہو۔'' فیضان جواب دیتے ہوئے افسوس سے بولا۔

''مجھ سے آخر ایسا کیا ہوگیا ہے؟ مجھے بھی تو پتا چلے۔'' نعمان نے شدید حیرت سے پوچھا۔

''تم تو بڑے دیانت دار بنتے ہو۔ ہر شخص تمھاری سچائی کی تعریف کرتا ہے، مگر آج تمھاری اصلیت جان کر مجھے سخت دلی صدمہ پہنچا ہے اور......'' فیضان مزید کہنا چاہ رہا تھا، مگر نعمان نے اس کی بات اچک لی اور نہایت جھنجلا کر بولا:

''تم خواہ مخواہ کی الزام تراشی سے باز آؤ۔ پہلے اصل بات تو بتاؤ کہ آخر مجھ سے کیا بددیانتی ہوئی ہے؟''

''واہ! بہت خوب! چوری اور پھر سینہ زوری! ذرا بتاؤ کہ وہ پلڑے تمھاری بددیانتی کا پول کھولنے کے لیے کافی نہیں ہیں۔'' فیضان طنزیہ انداز میں ترازو کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''اوہ! تو یہ ہے ساری کہانی۔ یار! تمھیں بدگمانی اور غلط فہمی ہوئی ہے۔ مجھے کم از کم تم سے ایسی امید ہرگز نہ تھی۔ اب ذرا غور سے دیکھنا، ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔'' نعمان بات کی تہ تک پہنچنے کے بعد سیدھا ترازو کی طرف بڑھا، پھر فیضان کی آنکھیں حیرت سے اس وقت پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب نعمان نے جھکا ہوا پلڑا اُلٹ کر اُس میں موجود پانی گرا دیا۔

فیضان پر حقیقتِ حال آشکار ہوگئی تھی۔ وہ جھکی نظروں کے ساتھ نعمان کی طرف بڑھا۔ اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر گویا ہوا:

''یار! مجھے معاف کردو۔ میں نے تم پر بہتان باندھا، تمھیں خواہ مخواہ دکھی کردیا۔ شاید میں بھول گیا تھا، حالاں کہ ہمارے دین کی تعلیمات اس سلسلے میں ہماری خوب راہ نمائی کرتی ہیں۔ میں بدگمانی کا مرتکب ہوا ہوں۔''

میرے دوست! ہمارا پورا معاشرہ جس سمت جا رہا ہے، وہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ اب ہمارے یہی کام رہ گئے ہیں۔ ہم اپنے پیارے دین کی اچھی اچھی باتوں کو فراموش کر بیٹھے ہیں، حالاں کہ قرآن مجید میں اللہ پاک کا ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو۔ بے شک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے۔'' لیکن ہم اس کے برعکس کر رہے ہیں۔ آج ہم بُرائیوں کو پروان چڑھانے میں پیش پیش ہیں۔ کاش! ہم ایک دفعہ پھر اسلامی تعلیمات کو اپنی زندگیوں میں شامل کرلیں۔''

نعمان نے نہایت دکھ بھرے لہجے میں آہ بھرتے ہوئے اپنی بات مکمل کی، پھر وہ گاہکوں کی طرف متوجہ ہوگیا۔

فیضان سخت شرمندہ ہو رہا تھا۔ اسے نعمان کا ایک ایک لفظ کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ اس نے پکا ارادہ کرلیا تھا کہ آج سے وہ اسلام کی تعلیمات پر نہ صرف خود عمل کرے گا، بل کہ دوسروں کو بھی ان کی تلقین کرے گا۔ وہ انھی سوچوں میں گم تھا کہ اسے اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔ یہ نعمان تھا جس کی آنکھوں کی چمک اور مسکراہٹ اسے یہ پیغام دے رہی تھی کہ میں نے تمھیں معاف کردیا ہے، پھر دونوں دوست گلے لگ گئے۔

البدر البرکہ اسکول کے لکھاری

''نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا، یہ غلط ہے، یہ حقیقت نہیں، یہ سچ نہیں۔ نہیں، یہ جھوٹ ہے۔''

اس کی زبان پر یہی جملے جاری تھے۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے چاروں طرف اندھیرا ہے۔ وہ اس حقیقت کو ماننے کو تیار ہی نہیں تھی۔ وہ اپنے دل سے کہہ رہی تھی: ارے، یہ تو ڈراؤنا خواب ہے، لیکن حقیقت کون جھٹلا سکتا ہے۔

......☆......

مریم ایک یتیم بچی تھی۔ جب وہ پانچ برس کی تھی تو اُس کے والدین اس دنیا سے چلے گئے تھے۔ وہ اپنی بیوہ خالہ کے ساتھ رہتی تھی، لیکن جب وہ بارہ برس کی ہوئی تو اُس کی خالہ بھی اسے چھوڑ کر دُنیا سے چلی گئیں۔

......☆......

عائشہ ایک امیر خاندان میں پیدا ہوئی تھی۔ ہر خواہش پوری ہونے کے باوجود وہ ایک سلجھی ہوئی، سمجھ دار اور سادگی پسند اِنسان تھی۔ اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ ایک امیر خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔

......☆......

مریم اور عائشہ کی دوستی کو دس سال ہو چکے تھے۔ وہ دونوں شروع سے محنتی طالبات تھیں۔ آج مریم اور عائشہ ساتھ بیٹھے اپنے نتائج کا بے صبری سے انتظار کر رہی تھیں۔ پل پل انھیں بھاری لگ رہا تھا۔

''اف! یہ ویب سائٹ کب کھلے گی۔'' عائشہ نے جھنجھلا کر کہا۔

''ارے بہن! کیا ہو گیا۔ صبر سے کام لو، اتنے لوگ ابھی بیٹھے نتائج دیکھ رہے ہوں گے۔'' مریم نے عائشہ کو پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔

''ارے، کھل گئی۔ چلو، اپنا رول نمبر بتاؤ۔'' عائشہ نے خوشی کے مارے اُچھل کر کہا۔

''پہلے تم اپنا دیکھ لو نا!'' مریم کو اپنے نتیجے سے زیادہ عائشہ کے نتیجے کی فکر تھی۔

''اچھا، ٹھیک ہے۔'' عائشہ نے اپنا رول نمبر ڈالا۔

جیسے ہی عائشہ نے نتیجہ دیکھا وہ چلا اٹھی:

''میں دوم آئی ہوں تو آخر اوّل کون آیا ہے؟''

''ارے، مبارک ہو عائشہ!'' مریم نے خوشی کے مارے اپنی سہیلی کو گلے لگا لیا۔

''ارے چھوڑو، آیا ہوگا کوئی اول، میری سہیلی تو پورے شہر میں دوم آئی ہے۔ اب اپنا جیب خرچ تیار رکھنا محترمہ!'' مریم نے اسے چھیڑا۔

''اچھا بہن! چلو، اب تمھارا نتیجہ دیکھتے ہیں۔'' عائشہ نے مسکرا کر کہا۔

عائشہ نے جب مریم کا رول نمبر ڈالا تو جو کچھ اسکرین پر نمودار ہوا اُس نے اس کی زندگی ہمیشہ کے لیے بدل دی۔ مریم پورے کراچی میں اول آئی تھی، لیکن یہ اول آنا اس کی سہیلی عائشہ کو ایک آنکھ نہ بھایا، کیوں کہ وہ ہمیشہ اول آتی تھی تو پھر وہ یہاں کیسے پیچھے رہ گئی۔

اسے یقین تھا کہ وہ اول آئے گی، لیکن مریم کے اول آنے پر اُس کے دل میں حسد آ گیا۔ وہ جلدی سے اٹھی اور اِس سے پہلے کہ مریم اسے روکتی وہ گھر سے باہر نکل گئی۔

......☆......

مریم بہت پریشان تھی۔ وہ بہت دنوں سے عائشہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی، لیکن کامیاب نہ ہو پائی تھی۔ وہ جب اس کے گھر جاتی تو وہ گھر میں نہیں ہوتی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی کیا غلطی ہے۔ آخر وہ تھک ہار کر بس اللہ تعالیٰ سے امید لگا کر بیٹھ گئی۔ ایسے ہی دن گزرتے رہے، پھر پانچ مہینے گزر گئے اور

مریم کا کالج جانے کا دِن آ گیا۔

......☆......

آج مریم کا کالج میں پہلا دن تھا۔ ابھی وہ کالج کے دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی کہ اس کی سب سے پہلی نظر جس لڑکی پر پڑی وہ عائشہ تھی۔ وہ دور سے ہی اسے پہچان گئی، لیکن عائشہ، مریم کو دیکھتے ہی جلدی سے اِدھر اُدھر ہوگئی۔ مریم مایوس ہوکر ایک کمرے کی جانب بڑھی۔ وہ دروازے تک پہنچی تھی کہ اس نے دیکھا کہ عائشہ کے ساتھ اس کی نئی سہیلی کھڑی ہے اور عائشہ کہہ رہی ہے:

"آخر یہ کیسے آ گئی یہاں! اسے کیسے اتنی عزت مل گئی۔ یہ یتیم ہے اور پتا نہیں کیا سمجھتی ہے اپنے آپ کو، آخر یہ......!"

مریم اس سے زیادہ نہ سن سکی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اندھیرا چھا گیا ہے۔ اس کے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ بس وہ قدم اٹھائے جا رہی تھی۔ آج اسے حقیقت پتا چل گئی تھی، لیکن بہت مشکل تھا اس حقیقت کو ماننا۔

......☆......

آج مریم ایک الگ مریم ہے۔ وہ اس دنیا کی حقیقت کو پہچان گئی ہے۔ اب اس کی دوستی اس مالک، اس خالق، اس رب العالمین سے ہے جو ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے، جو ہر لمحہ ہمارے ساتھ ہے، جو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ اب مریم بہت خوش ہے۔ اس کی زندگی میں سکون ہے اور اَب اس کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ مریم کو مخلص دوست مل گیا ہے، جو تمام جہانوں کا مالک ہے۔

زندگی میں کام یابی کیسے حاصل کی جائے؟

نام: خاشعہ شہزاد۔ جماعت: دہم۔ سیکشن: D۔
شاخ: گرلز سیکنڈری، البدر البرکہ اسکول

انسان کی فطرت میں ترقی اور کام یابی کی جستجو ہمیشہ سے شامل رہی ہے۔ ہر فرد کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں کام یاب ہو، مگر کام یابی کا حصول محض خواب دیکھنے سے ممکن نہیں، بل کہ اس کے لیے محنت، لگن اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ کام یابی صرف مال و دولت یا شہرت کا نام نہیں، بل کہ حقیقی کام یابی وہ ہے جس میں انسان دنیاوی اور اُخروی زندگی میں سرخ رو ہو۔

کام یابی کے اصول:

کام یابی حاصل کرنے کے چند اُصول ہیں، جن کے بغیر کام یابی حاصل کرنا ممکن نہیں ہے۔

۱۔ محنت اور اِستقامت:

کام یابی حاصل کرنے کے لیے محنت اور اِستقامت بے حد ضروری ہے۔ محنت کے بغیر کوئی بھی بڑا مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

۲۔ علم اور خود اِعتمادی:

علم روشنی ہے اور جہالت اندھیرا ہے، جو لوگ علم حاصل کرتے ہیں، وہی کام یاب ہوتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

(صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ۔ ۳۹۱۳)

۳۔ اچھے اخلاق اور سچائی:

حقیقی کام یابی وہی ہے جس میں انسان کے اخلاق بہترین ہوں۔

۴۔ نیک نیتی اور دُعا:

نیک نیتی کے ساتھ کیا گیا عمل کام یابی کی راہ ہموار کرتا ہے۔

۵۔ صبر اور شکر:

کام یابی کے سفر میں مشکلات ضرور آتی ہیں، لیکن جو صبر کرتا ہے، وہی کام یاب ہوتا ہے۔

زندگی میں کام یابی حاصل کرنے کے لیے ایمان، محنت، صبر، علم اور نیک نیتی بنیادی عناصر ہیں۔ اگر ہم ان اصولوں کو اپنائیں گے تو صرف دنیا میں ہی نہیں، بل کہ آخرت میں بھی کام یابی ہماری منتظر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی کام یابی عطا فرمائے۔ آمین!

خط جو آپ کا ملا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مارچ کے شمارے کا سرورق رمضان المبارک کے تمام تر خوب صورت رنگوں سے مزین نظر آیا۔ پہلے ہی صفحے پر ''سال نامے'' کی خوش خبری کے بعد ''پیغام الٰہی'' اور ''پیغام نبوی'' سے شمارے کا آغاز کیا۔ ''علیک سلیک'' میں بچوں کو بہت قیمتی مشورہ دیے گئے۔ ''وحدہ لا شریک'' بہت ایمان افروز حمد رہی۔ ''ہمارے احمد ﷺ'' میں بہت شان دار انداز میں نبی کا ذِکر پیش کیا گیا۔ ''سیرت النبیؐ'' کا شان دار سلسلہ بھی پوری آب وتاب کے ساتھ جاری ہے۔ ''بلاعنوان'' کہانی میں خوب صورت سبق پیش کیا گیا کہ چھوٹی سی غلطی بعض اوقات کتنے بڑے نقصان کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ ''علم انسانیت کی معراج'' کے حوالے سے مضمون بہت عمدہ رہا۔ بنت مسعود ''حضرت علی کی شان رضی اللہ عنہ'' کے حوالے سے شان دار منقبت لیے نظر آئیں۔ ''غرور کا انجام'' سبزیوں کے کرداروں کے ساتھ مختصر، لیکن بہت سبق آموز تحریر رہی۔ ''شیطان کی شکست'' بہت زبردست تحریر تھی کہ یہ عادت ہمارے معاشرے میں عام ہوتی جا رہی ہے اور اِس کے نتائج پر ہم غور ہی نہیں کرتے۔ ''پانی'' ننھے بچوں کے لیے لکھی گئی سبق آموز تحریر کہ پانی جیسی نعمت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ''قابل رشک عمل'' بھی بہت شان دار تحریر تھا، جس کا لب لباب یہی تھا کہ احساس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ ''پھر کیا ہوا'' میں نذیر انبالوی صاحب ایک اور سبق آموز کہانی لیے ہوئے نظر آئے۔ ''رمضان المبارک'' ایوب اختر کی بہت اچھی نظم رہی۔ ''نئے لکھاری'' میں سب نے بہت عمدہ تحریریں لکھیں۔ ''بچے من کے سچے'' ماہم احسن کی اچھی نظم رہی۔ ''انعامی سلسلے'' بھی شمارے کی رونق دوبالا کرتے نظر آئے۔

(دانیال حسن چغتائی۔ کہروڑ پکا)

☆ آپ کی طرف سے ڈھیروں تعریفوں پر بہت شکریہ!

اس بار ماہ نامہ ''ذوق وشوق'' ہماری امیدوں سے بڑھ کر نکلا۔ ماشاءاللہ! پہلے صفحے پر ہی ''سال نامے'' کی خوش خبری ملی۔ ''پیغام الٰہی'' اور ''پیغام نبوی'' پڑھے اور پھر ''جھلکیوں'' کو نظر انداز کرتے ہوئے ''علیک سلیک'' پڑھی۔ ''وحدہ لاشریک'' اور ''ہمارے احمد ﷺ'' بہت اچھی نظمیں تھیں۔ ''سیرت کہانی'' کا سلسلہ بہت اچھا ہے۔ ''بلاعنوان'' نے بتایا کہ چھوٹی سی غفلت کا بہت بُرا انجام ہوتا ہے۔ ''علم انسانیت کی معراج'' اچھا تھا۔ ''شان علی رضی اللہ عنہ'' زبردست، بل کہ زبردست نظم تھی۔ ''انومنو کا دسترخوان'' کی کھانے کی چیزیں اچھی لگتی ہیں۔ اس بار بھی روزے میں منہ میں پانی بھر آیا۔ ''غرور کا انجام'' اچھی اور سبق آموز کہانی تھی۔ ''شیطان کی شکست'' اچھی تھی۔ کہانی ''پانی'' پڑھ کر ہمیں اندازہ ہوا کہ ہم بھی کتنا پانی ضائع کرتے ہیں۔ ''قابل رشک عمل'' سے ہم نے خود بھی ڈاکٹر بننے اور دوستوں کی غلطیوں کو معاف کرنے کا ارادہ کیا۔ ''پھر کیا ہوا؟'' ہمیشہ کی طرح اچھی تھی۔ ''صادق کون؟'' بہت اچھی تھی۔ نظم ''رمضان مبارک'' بہت اچھی تھی۔ ''نئے لکھاری'' کی تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ ''بچے من کے سچے'' نظم مناسب تھی۔ انکل! میرا خط ضرور شائع کیجیے گا، ورنہ میں کچھ نہیں کروں گا۔

(محمد حمزہ اویس۔ کراچی)

☆ ارے باپ رے! آپ کی زوردار دھمکی کام کر گئی!

مارچ کا شمارہ ملا۔ شمارے کا سرورق بہت بھایا۔ ''علیک سلیک'' نے اچھا سبق دیا۔ ''بلاعنوان'' نے سنت پر عمل کا سبق سکھایا۔ ''نظمیں'' دل پسند تھیں۔ کہانیاں دل چسپ اور نمایاں تھیں۔ ''سال نامے'' کے اعلان نے خوشی دوبالا کردی۔ دیگر مستقل سلسلے بھی خوب تھے۔

(حافظ محمد اشرف۔ حاصل پور)

☆شکریہ!

مارچ کا شمارہ خوب صورتی سے بھرا ہوا تھا۔ سرورق بھی نہایت خوب صورت تھا۔ ''علیک سلیک'' میں بہترین کام کرنے کی ترغیب دی گئی۔ شکریہ! سلسلہ ''سیرت کہانی'' بہترین جارہا ہے، ماشاءاللہ! ''وحدہ لاشریک'' حمد اور ''ہمارے احمد صلی اللہ علیہ وسلم'' نعت، دونوں بہترین تھیں۔ ''بلاعنوان'' سنت پر عمل کرنے کا درس دے رہی تھی۔ شان علی رضی اللہ عنہ پر نظم اچھی لگی۔ ''غرور کا انجام''، ''شیطان کی شکست''، ''قابل رشک عمل'' اور ''رمضان مبارک'' (نظم) بھی بہترین تھیں۔ غرض تقریباً پورا رسالہ اور تمام تحریریں بہترین اور زبردست تھیں۔

(حافظ امان اللہ۔ کراچی)

☆آپ کا خط بھی زبردست ہے!

بلاعنوان (۲۱۱) شمارہ مارچ ۲۰۲۵ء کے بہترین عنوان ارسال کرنے والے تین قارئین

اول: ''ذرا سی غفلت''	دانیال حسن۔ کہروڑ پکا
دوم: ''سنت پر عمل''	حفصہ بابر۔ کراچی
سوم: ''غلطی کا احساس''	حسن بن رشید۔ کراچی

اچھے عنوانات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: اریبہ فاطمہ، حمنہ راحیل، فارس بن یحییٰ، ام ہانی، محمد حمزہ اویس، محمد عروہ، محمد حسن، ارواخرم، لبابہ اشرف، عائشہ بنت محمد حسین، محمد اسید طارق، حمنہ بنت سہیل، عبداللہ کھتری، نعمان احمد خان، حمنہ بنت محمد جنید، بنت ریحان فصاحت، عبداللہ بن طارق، محمد سعد، محمد سنان، صوبیہ ناصر، حافظ امان اللہ۔ **لاڑکانہ:** حافظ محمد طلحہ۔ **لیاقت پور:** اشنہ یاسر۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **ملتان:** ارحیٰ توصیف، نمرہ رانو۔ **راول پنڈی:** جویریہ زہرا، شفق نور۔

ذوق معلومات ۱۰۹ شمارہ مارچ ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆سارہ طلحہ۔ ☆حافظ حسان احمد۔ **ملتان:** ☆ارحیٰ توصیف۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: حفصہ۔ خدیجہ طارق، عبداللہ کھتری، سیدہ آمنہ دانش، امی ہانی، اریبہ فاطمہ، دانیال حسن، صفیہ یامین، فارس بن یحییٰ، محمد عروہ، ارواخرم، سعد بن سجاد، محمد حمزہ اویس، لبابہ اشرف، منزہ بنت اویس، سنینہ ارقم، حافظ امان اللہ، حمنہ راحیل، بنت ریحان فصاحت، سعدیہ ذیشان، محمد سعد، حسن بن رشید، آمنہ بنت محمد جنید، عبداللہ بن طارق، عائشہ بنت محمد حسین۔ **لاڑکانہ:** حافظ عبدالرؤف۔ **لیاقت پور:** اشنہ یاسر۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **ملتان:** ارحیٰ توصیف، نمرہ رانو۔ **راول پنڈی:** ملک شاہ زیب احمد۔

سوال آدھا جواب آدھا (۶۵) شمارہ مارچ ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆اریبہ فاطمہ۔ ☆محمد اسید طلحہ۔ ☆آمنہ بنت محمد جنید۔

درست جوابات ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: محمد حمزہ اویس، سیدہ آمنہ دانش، ام ہانی، حافظ امان اللہ، رابعہ راحیل، حافظ عائشہ، خدیجہ طارق، حسن بن رشید، عبداللہ بن طارق، عبداللہ کھتری، منزہ بنت اویس، ارواخرم، محمد سہل اویس، عائشہ بنت محمد حسین، سنینہ ارقم۔ **لاڑکانہ:** حافظ عائشہ۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **ملتان:** ارحیٰ توصیف۔ **راول پنڈی:** ملک شاہ زیب احمد۔

تعلیمی کھیل (۱۶) شمارہ مارچ ۲۰۲۵ء کے تین انعام یافتہ قارئین

کراچی: ☆سنینہ ارقم۔ ☆منزہ اویس۔ ☆عبداللہ بن محمد رضوان۔

درست جواب ارسال کرنے والے دیگر قارئین

کراچی: ارواخرم، رابعہ راحیل، عبدالمنان، محمد سعد، ام ہانی، محمد سہل اویس، حفصہ بابر، عبداللہ کھتری، ام ہانی، فارحہ فرحان، حافظ امان اللہ، سعدیہ ذیشان، حمنہ بنت سہیل، محمد حمزہ اویس، لبابہ اشرف، سعدیہ بنت سجاد، حسن بن رشید، عبداللہ بن طارق، محمد عروہ، خدیجہ طارق، محمد حسن، ریحام فاطمہ، محمد اسید طلحہ، حافظ ائرا، نوید آفندی، آمنہ بنت جنید، عفیفہ طیب، محمد معاذ، محمد حذیفہ، عبدالمنان، محمد ابوبکر خان، عائشہ بنت محمد حسین، احنف بن عاطف، محمد شہیر منیب، نورالعین۔ **لاڑکانہ:** حافظ حمنہ صالحہ۔ **کہروڑ پکا:** دانیال حسن۔ **حاصل پور:** حافظ محمد اشرف۔ **ملتان:** ارحیٰ توصیف، نمرہ رانو۔ **راول پنڈی:** امیمہ زہرا، انعمتہ نور۔

کوپن برائے
بلاعنوان ۲۱۳

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

کوپن برائے
ذوقِ معلومات ۱۱۱

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

کوپن برائے
سوال آدھا جواب آدھا ۶۷

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

کوپن برائے
تعلیمی کھیل ۱۸

نام: ____________ ولدیت: ____________

مکمل پتا: ____________

فون نمبر: ____________

ہدایات: ☆ جوابات ۳۱، مئی ۲۰۲۵ء تک ہمیں موصول ہوجانے چاہییں ...... ☆ ایک کوپن ایک ہی ساتھی کی طرف سے قبول کیا جائے گا......

☆ کمیٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا جس پر اعتراض قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ مقررہ تاریخ کے بعد موصول ہونے والے جوابات قرعہ اندازی میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔

☆ کوپن کو قلم سے پُر کر کے اور جواب صاف کاغذ پر لکھ کر واضح تصویر کھینچ کر اِس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ بھی کر سکتے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہ نامہ ذوق وشوق کی سالانہ ممبر شپ مع رجسٹری ڈاک خرچ =/2500 روپے ہے۔ اگر آپ اکٹھی رقم جمع کروانے سے قاصر ہیں تو ہم لائے ہیں آپ کے لیے ایک بڑھیا پیش کش۔ اب رسالہ حاصل کرنا ہوا آسان......

اگر آپ کی جیب اجازت نہیں دے رہی ہو تو اب آپ چھے ماہ کی ممبر شپ بھی حاصل کر سکتے ہیں، جو کہ =/1250 روپے ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ ایک اور پیش کش بھی......

آپ چھے ماہ کی ممبر شپ بھی حاصل نہیں کر سکتے تو صرف ہر ماہ کا شمارہ حاصل کر سکتے ہیں۔ فی شمارہ =/180 روپے کا اور =/40 روپے ڈاک خرچ کے۔ مجموعی رقم =/220 روپے جمع کروادیں۔ یہ طریقہ زیادہ آسان ہے۔

(کسی بھی قسم کے اضافی چارجز شامل نہیں ہیں۔)

طریقہ کار: ادارے کے نمبر (0300-2229899) پر یا نگران ترسیل صاحب کے نمبر (0309-2228120) پر جس نام سے رسالہ جاری کروانا ہے وہ بتادیں، مکمل ڈاک پتا اور رابطہ نمبر عنایت کر دیجیے، ہم آپ کو رسالہ بھیج دیں گے، ان شاء اللہ!

رسالہ لگوانے کے لیے آپ رقم تین ذرائع سے جمع کرواسکتے ہیں:

① **دستی:** دفتر میں آکر رقم جمع کروانے کے لیے ہمارا پتا ہے: ماہ نامہ ذوق وشوق، کراچی۔ ماتحت مدرسہ بیت العلم، ST-9E، نزد الحمد مسجد، گلشن اقبال، بلاک ۸، کراچی۔ (نوٹ: دستی رقم جمع کرواتے وقت سالانہ ممبر شپ فارم ضرور حاصل کریں۔)

② **بینک اکاؤنٹ کے ذریعے:** بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کے لیے ہمارا بینک اکاؤنٹ ہے: میزان بینک

اکاؤنٹ نمبر: 0179-0103431456 اکاؤنٹ ٹائٹل: Bait ul ilm Charitable Trust Zouq o Shouq

(نوٹ: بینک اکاؤنٹ میں رقم جمع کروانے کی رسید آپ ہمیں اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کردیں۔)

③ **جاز کیش/ ایزی پیسہ نمبر:** 0319-1181693

(نوٹ: جاز کیش/ ایزی پیسہ میں رقم جمع کروانے کی رسید آپ ہمیں اس نمبر (0300-2229899) پر واٹس ایپ کردیں۔)
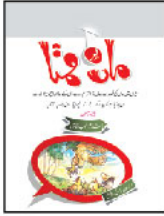
ماں اور اس کی ممتا پر لکھی جانے والی ایک عظیم کتاب

- ماں کا وجود ایک رحمت ہے
- ماں دنیا کی عظیم ترین دولت ہے........
- ماں کی آغوش تحفظ کا احساس دلاتی ہے
- بچوں میں ماں کی قدر و قیمت.....ماں کا احترام.....ماں کے ساتھ اچھا برتاؤ.....ماں کا دل نہ دکھانا.....
جیسے جذبات کو بیدار کرنے کے لیے ایک بہترین، دل چسپ اور لاجواب کتاب

باپ قدرت کا ایک عظیم تحفہ اور بہت بڑی نعمت ہے

- باپ کا سایہ شفقت تحفظ کا احساس دلاتا ہے
- باپ کے دم سے ہی گھر میں رونق اور خوشی کا احساس ہوتا ہے
- باپ ایک ایسا وجود ہے جو ہر قسم کی پریشانیوں، تکالیف اور مصائب کے سامنے چٹان بن کر کھڑا رہتا ہے
- والد کی اپنی اولاد سے شدید محبت و شفقت اور ان کے لیے سخت محنت کا احساس دلاتی کہانیاں
- ان کہانیوں کا مطالعہ والد کی خدمت اور اطاعت کا جذبہ پیدا کرے گا اور جنت میں داخلے کا ذریعہ ثابت ہو گا ان شاء اللہ تعالیٰ
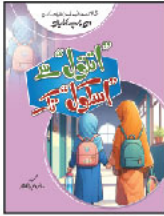
پہلی کلاس سے میٹرک تک کی طالبات کے لیے دل چسپ کہانیاں

- طالبات کے اخلاق و کردار سنوارنے والی بہترین تربیتی کہانیاں
- بچیوں کی اخلاقی اور معاشرتی تربیت پر مشتمل جماعت وار کہانیاں
- ان کہانیوں میں بچیوں کے لیے دل چسپ کرداروں کے ذریعے راہ نمائی کی گئی ہے
- یہ کہانیاں بچیوں کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ، ان کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے میں بھی معاون ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ

بچوں کی درست سمت میں راہ نمائی کرتی کہانیاں

- بچوں کے ماہر نفسیات اور نامور لکھاری جناب ڈاکٹر عمران مشتاق صاحب کے قلم سے
- بچوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح دین و معاشرے پر مبنی سبق آموز کہانیوں کا مجموعہ
- بچوں میں یقین، حسن اخلاق، وعدہ نبھانا اور غلطی نہ دہرانا جیسی صفات پیدا کرنے والی خوب صورت کہانیاں
- یہ کہانیاں بچوں کے اخلاق و کردار کو سنوارنے اور ان میں اچھی عادات پیدا کرنے میں معاون ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ

www.mbi.com.pk maktababaitulilm

برائے تجاویز : +92-322-2583196

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنائیے۔

بیت العلم (الوقف)

کراچی، سندھ +92-309-2228082/89/94 لاہور، پنجاب +92-306-0142297 خیبر پختون خوا +92-309-2228078 بلوچستان +92-309-2228084